ماہنامہ
دختران اسلام
لاہور
جنوری 2023ء

حضور نبی اکرم ﷺ سے تعلق ہی اللہ سے تعلق ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب

معمارِ جہاں ہم ہیں

Minhaj ul Quran Women League

35th

5TH JANUARY
1988-2023

FOUNDATION DAY

خواتین کا دینی، سیاسی اور سماجی کردار

منہاج القرآن ویمن لیگ
ایک ہمہ جہت تنظیم

دعوتی و تنظیمی زندگی میں
خواتین کا کردار

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا منہاج القرآن ویمن لیگ کے 35 ویں یوم تاسیس پر مبارکبادی پیغام

اللہ رب العزت کا کروڑ ہا شکر ہے کہ آج سے 35 سال قبل تحریک منہاج القرآن کے پلیٹ فارم سے خواتین کی تعلیم و تربیت اور انھیں سوسائٹی کا فعال رکن بنانے اور منوانے کے لیے منہاج القرآن ویمن لیگ کا فورم تشکیل دیا گیا تھا، الحمدللہ یہ فورم آج نا صرف پاکستان میں خواتین کا سب سے منظّم اور متحرک فورم بن چکا ہے بلکہ منہاج القرآن ویمن لیگ خواتین کی تعلیم و تربیت و فکری آبیاری کی ایک عالمگیر اصلاحی تحریک بن چکی ہے۔

میں منہاج القرآن ویمن لیگ کی بیٹیوں کو ان کی شاندار اور قابل رشک خدمات پر میں انھیں صمیم قلب سے مبارکباد دیتا ہوں اور میری ان بیٹیوں کے لیے اور ان کے اہل خانہ کے لیے ڈھیروں دعائیں ہیں، منہاج القرآن ویمن لیگ کے 35 ویں یوم تاسیس کے پر مسرت موقع پر تحریک منہاج القرآن کے تمام قائدین کو بھی مبارکباد پیش کرتا ہوں جن کی سرپرستی و رہنمائی سے یہ فورم دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔

میں بار دگر اپنی تمام بیٹیوں کے لئے دعا گو ہوں کہ اللہ پاک سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور مشن کی یہ عظیم بیٹیاں اسی طرح جانفشانی کے ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ کی امت کی نسلوں کی نگہبانی کرتی رہیں۔ آمین

ڈاکٹر حسن محی الدین قادری (چیئرمین سپریم کونسل منہاج القرآن انٹرنیشنل)
کا منہاج القرآن ویمن لیگ کے 35 ویں یوم تاسیس پر مبارکبادی پیغام

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری دامت برکاتہم العالیہ نے جس تنظیمی و تحریکی کردار اور عظیم مقاصد کے حصول کے لئے منہاج القرآن ویمن لیگ کے فورم کی بنیاد رکھی تھی، الحمدللہ ویمن لیگ کی بہنوں اور بیٹیوں نے ان نظریاتی و فکری اہداف کے حصول کیلئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا اور ہر گزرتے دن کے ساتھ کامیابیوں کے زینے طے کئے۔

میں منہاج القرآن ویمن لیگ کے 35 ویں یوم تاسیس کے موقع پر آغاز سے لیکر اب تک کے سفر میں شریک ہر بہن اور بیٹی کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت آپ سب کی مساعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور توفیقات میں اور اضافہ فرمائے۔ آمین ثم آمین

ڈاکٹر حسین محی الدین قادری (صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل)
کا منہاج القرآن ویمن لیگ کے 35 ویں یوم تاسیس پر مبارکبادی پیغام

بحمداللہ تعالیٰ منہاج القرآن ویمن لیگ بطور فورم روز بروز علمی و فکری ذہنی و عملی صلاحیتوں کے ساتھ تابناک اور روشن مستقبل کی جانب بڑھ رہی ہے۔

میں منہاج القرآن ویمن لیگ کی مرکزی ٹیم اور جملہ تنظیمات کو 35 ویں یوم تاسیس پر مبارکباد پیش کرتا ہوں بلاشبہ ویمن لیگ کی بہنوں کی خدمات لائق تحسین ہیں جو نامساعد حالات کے باجود خدمت دین کا فریضہ سرانجام دے رہی ہیں۔ میں دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت منہاج القرآن ویمن لیگ کو مزید ترقی عطا فرمائے اور اس فورم میں خدمات سرانجام دینے والی سب بہنوں کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ آمین

خواتین میں بیداریٔ شعور و آگہی کیلئے کوشاں

ماہنامہ دخترانِ اسلام لاہور

جلد: 30 شمارہ: 1 / جمادی الثانی ۱۴۴۴ھ / جنوری 2023ء

زیرِ سرپرستی
بیگم رفعت جبین قادری

چیف ایڈیٹر
قرۃ العین فاطمہ

ایڈیٹر
اُم حبیبہ اسماعیل

ڈپٹی ایڈیٹر
نازیہ عبدالستار

مجلس مشاورت

نوراللہ صدیقی، ڈاکٹر فوزیہ سلطانہ، ڈاکٹر نبیلہ اسحاق
ڈاکٹر شاہدہ مغل، ڈاکٹر فرخ سہیل، ڈاکٹر سعدیہ نصراللہ
مسز فریدہ سجاد، مسز فرح ناز، مسز حلیمہ سعدیہ
مسز راضیہ نوید، سدرہ کرامت، مسز رافعہ علی
ڈاکٹر زیب النساء سرویا، ڈاکٹر نورین روبی

رائٹرز فورم

آسیہ سیف، سعدیہ کریم، جویریہ سحرش
جویریہ وحید، ماریہ عروج، سُمیّہ اسلام

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم
گرافکس: عبدالسلام ـــــ فوٹو گرافی: قاضی محمود الاسلام

فہرس

اداریہ

(خواتین کا دینی سیاسی، سماجی کردار) 4

فکرِ شیخ الاسلام

حضور نبی اکرم ﷺ سے تعلق ہی اللہ سے تعلق ہے	مرتبہ: نازیہ عبدالستار	5
اسلام کی فکری بنیاد علم پر استوار ہے	ڈاکٹر انیلہ مبشر	15
دعوتی و تنظیمی زندگی میں خواتین کا کردار	تحریم رفعت	19
بچوں کی تربیت میں ماں کا کردار	سعدیہ کریم	22
عورت اور کسبِ معاش	سمیہ اسلام	25
طب میں خواتین کا تاریخی کردار	سعدیہ نورین	29
منہاج القرآن ویمن لیگ ایک ہمہ جہت تنظیم	مریم اقبال	39
Women in Politics: A Global and Islamic Perspective	(Hadia Saqib)	44

مجلّہ دخترانِ اسلام میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں، ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔

بدل اشتراک: آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید، امریکہ: 15 ڈالر — مشرق وسطی، جنوب مشرقی ایشیاء، یورپ، افریقہ: 12 ڈالر

ترسیل زر کا پتہ: منی آرڈر / چیک / ڈرافٹ بنام حبیب بنک لمیٹڈ منہاج القرآن برانچ اکاؤنٹ نمبر 01970014583203 ماڈل ٹاؤن لاہور

قیمت فی شمارہ: -/60 روپے

سالانہ خریداری: -/700 روپے

رابطہ: ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور فون نمبرز: 3-042-5169111 فیکس نمبر: 042-35168184

Visit us on: www.minhaj.info E-mail:sisters@minhaj.org

فرمان الٰہی

فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۔ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا ۔ جَنّٰتِ عَدْنِ نِ الَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ط اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ۔ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ط وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۔ (المریم، ۱۹: ۵۹ تا ۶۲)

’’پھر ان کے بعد وہ ناخلف جانشین ہوئے جنہوں نے نمازیں ضائع کردیں اور خواہشاتِ (نفسانی) کے پیرو ہوگئے تو عنقریب وہ آخرت کے عذاب (دوزخ کی وادئ غی) سے دوچار ہوں گے۔ سوائے اس شخص کے جس نے توبہ کرلی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کرتا رہا تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ ایسے سدا بہار باغات میں (رہیں گے) جن کا (خدائے) رحمٰن نے اپنے بندوں سے غیب میں وعدہ کیا ہے، بے شک اس کا وعدہ پہنچنے ہی والا ہے۔ وہ اس میں کوئی بے ہودہ بات نہیں سنیں گے مگر (ہر طرف سے) سلام (سنائی دے گا)، ان کے لیے ان کا رزق اس میں صبح و شام (میسر) ہوگا‘‘۔

(ترجمہ عرفان القرآن)

فرمان نبوی ﷺ

عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ ص عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ قَالَ: مُعَقِّبَاتٌ لَا يَخِيْبُ قَائِلُهُنَّ أَوْ فَاعِلُهُنَّ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ ثَلَاثٌ وَثَلَاثُوْنَ تَسْبِيْحَةً وَثَلَاثٌ وَثَلَاثُوْنَ تَحْمِيْدَةً وَأَرْبَعٌ وَثَلَاثُوْنَ تَكْبِيْرَةً. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَالتِّرْمِذِيُّ. عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِوَصِيَّةِ نُوْحٍ ابْنَهُ؟ قَالُوْا: بَلَى، قَالَ: أَوْصَى نُوْحٌ ابْنَهُ فَقَالَ لِابْنِهِ: يَا بُنَيَّ! إِنِّي أُوْصِيْكَ بِاثْنَتَيْنِ وَأَنْهَاكَ عَنِ اثْنَتَيْنِ. أُوْصِيْكَ بِقَوْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ فَإِنَّهَا لَوْ وُضِعَتْ فِي كَفَّةٍ وَوُضِعَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ فِي كَفَّةٍ لَرَجَحَتْ بِهِنَّ، وَلَوْ كَانَتْ حَلْقَةً لَقَصَمَتْهُنَّ حَتَّى تَخْلُصَ إِلَى اللهِ فَذَكَرَهُ بِتَمَامِهِ.

’’حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: فرض نمازوں کے بعد کئے جانے والے کچھ اذکار ایسے ہیں جنہیں پڑھنے والا یا کرنے والا ناکام نہیں ہوتا (جو کہ یہ ہیں) تینتیس (۳۳) دفعہ سبحان اللہ، تینتیس (۳۳) دفعہ الحمد للہ اور چونتیس (۳۴) دفعہ اللہ اکبر پڑھنا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں حضرت نوح علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو کی ہوئی وصیت نہ بتاؤں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: (یا رسول اللہ!) ضرور بتائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو وصیت کی: اے میرے پیارے بیٹے! میں تمہیں دو کاموں کا حکم دیتا ہوں اور دو کاموں سے روکتا ہوں۔ میں تمہیں ﴿لَا إِلَـٰهَ إِلَّا اللهُ﴾ کے ذکر کی وصیت کرتا ہوں۔ کیونکہ یہ کلمہ اگر ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور آسمان و زمین دوسرے پلڑے میں رکھ دیئے جائیں تو یہ ان سے وزنی ہو جائے گا اور اگر (یہ آسمان و زمین) گول دائرے کی طرح بھی ہوں تو یہ انہیں چیرتا ہوا سیدھا اللہ تعالیٰ کی طرف چلا جائے گا۔‘‘ اس کے بعد پوری حدیث ذکر کی۔‘‘

(ماخوذ المنہاج السوی من الحدیث النبوی، ص ۴۱۹۔۴۲۱)

خواب

اے جہان آباد! اے گہوارۂ علم و ہنر
ہیں سراپا نالۂ خاموش تیرے بام و در
ذرے ذرے میں ترے خوابیدہ ہیں شمس و قمر
یوں تو پوشیدہ ہیں تری خاک میں لاکھوں گہر

(کلیاتِ اقبال، بانگ درا، ص:۳۴)

تعبیر

میرا مقصد بے حد دوستانہ، مستحکم ترین اور سادہ ترین طریقے سے یہ تنبیہ کرنا تھا کہ آپ دستور ترتیب دینے کا کام اس وقت مکمل نہیں کرسکتے جب تک کہ اقلیتوں کے مسئلہ کا تصفیہ نہ ہوجائے۔

(26 نومبر 1931ء)

تکمیل

حضور ﷺ آج بھی اسی طرح ہیں جیسے وصال سے قبل تھے۔ ان کی رحمتیں، تعظیم اور ادب واحترام ابدی ہے۔ اس لیے کبھی بھی حضور ﷺ کے گلشن کا کوئی ایک پھول بھی توڑے تو حضور ﷺ کو گوارا نہیں بلکہ اذیت ہوتی ہے۔ اگر آپ ﷺ کے شہر کے درخت کٹیں تو انہیں اذیت ہوتی ہے تو سیدنا امام حسینؓ کا گلا کٹے تو اذیت کا عالم کیا ہوگا، سیدنا علی اکبر کو شہید کردیا جائے اور حضرت سکینہ کو رلایا جائے تو کیا مصطفیٰ ﷺ کو اذیت نہیں ہوگی ان کو اذیت کرنا مصطفیٰ ﷺ کو تکلیف دینا ہے۔ ان سے محبت کرنا مصطفیٰ ﷺ سے محبت کرنا ہے۔ ان کا ذکر مصطفیٰ ﷺ کا ذکر ہے۔ میں پوری ایمانداری، تحقیق اور بصیرت سے کہتا ہوں کہ غم حسینؓ غم مصطفیٰ ﷺ ہے اور یہ سنت خدا ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ امت کربلا پر سوگوار کیوں ہے؟ ذکر حسینؓ پر آنکھیں کیوں نم ہوتی ہیں۔ واقعہ کربلا کو 14 سو سال گزر چکے ہیں پھر بھی غم حسینؓ پر کیوں رویا جاتا ہے؟

(خطاب شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری: بعنوان غم حسینؓ اصل میں غم مصطفیٰ ﷺ ہے)

اداریہ

خواتین کا دینی سیاسی، سماجی کردار

آبادی کے نصف خواتین کو سیاسی، سماجی، معاشی دھارے سے الگ رکھ کر ترقی کا کوئی ہدف بھی حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ فی زمانہ ہمیں جو ملک تیز رفتار ترقی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں ان میں ایک قدرِ مشترک وہاں کی خواتین کا تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ قومی ترقی میں ان کا فعال کردار ہے۔ خواتین کا ہر نہج پر فعال کردار قوموں کی ترقی میں مرکزی کردار کا حامل ہے۔ خواتین کا صرف معاشی کردار ہی اہم نہیں بلکہ مذہبی، سماجی تحریکوں میں بھی خواتین کا کردار ضروری ہے۔ حقوقِ نسواں کے لئے آواز اٹھانے والی معاصر تحریکوں پر نظر دوڑائی جائے تو این جی اوز نمایاں نظر آتی ہیں۔ یہ این جی اوز حقوق نسواں کے ہر پہلو کو ایڈریس نہیں کرتیں اور ایک مخصوص جہت اور مخصوص تاریخوں پر متحرک نظر آتی ہیں۔ اسی طرح سیاسی اور مذہبی تحریکیں بھی ایک محدود ایجنڈے کے ساتھ اپنے انداز اور گائیڈ لائن کے ساتھ کام کرتی ہیں۔ حقوق نسواں اور ویمن امپاورمنٹ کی معاصر تحریکوں کا تحریک منہاج القرآن ویمن لیگ کے ساتھ تقابل کیا جائے تو منہاج القرآن ویمن لیگ اپنے دینی، سماجی کردار کی ادائیگی میں منفرد مقام پر کھڑی نظر آتی ہے۔ منہاج القرآن ویمن لیگ میں خواتین بطور دینی سکالر بھی متحرک و کوشاں ہیں، فلاحی سرگرمیوں میں بھی پیش پیش ہیں اور سیاسی و سماجی شعور کی بیداری کے حوالے سے بھی منہاج القرآن ویمن لیگ کی خواتین کا کردار قابل تعریف اور قابل تقلید ہے۔ منہاج القرآن ویمن لیگ پاکستان کی واحد خواتین کی نمائندہ تحریک و تنظیم ہے جس کا دعوتی، تربیتی و فلاحی کردار 365 دنوں پر محیط ہے۔ یہاں خواتین کو اعلیٰ تعلیم سے ہم آہنگ کرنے کا شعور بھی دیا جاتا ہے اور حاصل تعلیم کو تربیت کے ساتھ جوڑ کر عامۃ الناس کے لئے مفید بنانے کی تحریک بھی دی جاتی ہے۔ منہاج القرآن ویمن لیگ انسانی زندگی کی درپیش ہر مسئلہ کے حل اور مختلف نظریاتی و فکری جہتوں پر کام کرتی ہے یہاں تک کہ وطنِ عزیز کے اندر خواتین کے فعال سیاسی کردار کے ضمن میں بھی ویمن لیگ کی کاوشیں قابلِ تحسین ہیں۔

جنوری 2013ء میں تحریک منہاج القرآن کے بانی و سرپرست شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے حقیقی اور عوام کی نمائندہ جمہوریت کے قیام کے لئے انتخابی نظام کو آئین کے تابع کرنے کی بات کی اور قوم کو سیاست نہیں ریاست بچائو کا نعرہ دیا۔ شیخ الاسلام چاہتے تھے کہ نظامِ انتخاب کے دروازے مڈل کلاس کے عام پڑھے لکھے رزق حلال کمانے اور کھانے والے افراد پر بھی کھلنے چاہئیں اور ان عظیم مقاصد کے حصول کے لئے انہوں نے انتخابی اصلاحات کا ایک پیکیج دیا جسے بے حد پذیرائی حاصل ہوئی۔ انتخابی اصلاحات کی قومی مہم میں زندگی کے ہر شعبے کے افراد اور طبقات نے شرکت کی لیکن اس میں خواتین کی شرکت کسی بھی اعتبار سے 50 فیصد سے کم نہیں تھی اس کا سہرا منہاج القرآن خواتین کی ملک گیر بیداری شعور مہم کو جاتا ہے۔ منہاج القرآن ویمن لیگ کی خواتین کے اس قومی کردار کو اس وقت قومی میڈیا اور محبِ وطن سیاسی، سماجی حلقوں نے بے حد سراہا۔ خواتین معاشرے کا جزو لاینفک ہیں۔ عہدِ نبوی ﷺ میں خواتین زندگی کے ہر شعبے میں متحرک نظر آتی ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے خواتین کی ہر موقع پر حوصلہ افزائی کی اور انہیں ایک باوقار سیاسی، سماجی مقام عطا کیا۔ یہی وجہ ہے کہ عہدِ نبوی ﷺ میں خواتین غزوات میں نہ صرف شریک ہوتی تھیں بلکہ وہ زخمیوں کی مرہم پٹی میں بھی پیش پیش رہتی تھیں۔ عہدِ نبوی ﷺ میں خواتین بطور تاجر معاشی سرگرمیوں میں فعال تھیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی زوجہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ خود تاجر تھیں۔ اسلام نے خواتین کے سیاسی، سماجی اور معاشی کردار کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ تحریک منہاج القرآن کے بانی و سرپرست شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے مصطفوی فکر کے تحت خواتین کو امپاور کرنے کے لئے انہیں قدم قدم پر راہ نمائی مہیا کی اور ان کی سرپرستی کر رہے ہیں۔ (ایڈیٹر: دختران اسلام)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق ہی اللہ سے تعلق ہے

اللہ رب العزت نے قرآنِ مجید میں فرمایا ”جس نے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ (ہی) کا حکم مانا“

مرتبہ: نازیہ عبدالستار

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (آل عمران، 31)

(اے حبیب!) آپ فرما دیں: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تب اللہ تمہیں (اپنا) محبوب بنا لے گا اور تمہارے لئے تمہارے گناہ معاف فرما دے گا، اور اللہ نہایت بخشنے والا مہربان ہے۔

میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ فرما دیں ایمان والوں سے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو اور اللہ سے محبت چاہتے ہو۔ اور اگر اللہ سے محبت کا تعلق قائم رکھنا چاہتے ہو فاتبعونی تو میری اتباع میں آجاؤ میری پیروی کرو یحببکم اللہ نتیجۃً اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا۔ وہ تمہارے سارے گناہ معاف فرما دے گا۔

اس آیت کریمہ کی روشنی میں آج ہم جس موضوع کو بیان کرنا اور سمجھنا چاہتے ہیں اور سمجھانا چاہتے ہیں۔ وہ موضوع تین لفظوں پر مشتمل ہے۔

1. پہلا لفظ ہے "علم "یعنی جاننا
2. اور دوسرا لفظ ہے "معرفت "یعنی شناخت یا پہچاننا
3. اور تیسرا لفظ ہے "تعلق "

یہ آیت کریمہ جس کے چند الفاظ میں نے تلاوت کیے۔ یہ مضمون تعلق کو بیان کرتی ہے۔ کس کو بیان کرتی ہے؟ تعلق کے مضمون کو بیان کرتی ہے۔ اب توجہ سے ان تین چیزوں کا باہمی ربط سمجھیں۔ علم کہتے ہیں جاننے کو کوئی حقیقت ہے، کوئی مسئلہ ہے، کوئی معاملہ ہے، اس کو جاننا علم کہلاتا ہے۔ اس کے بعد ایک تصور ہے جس کو ہم شناخت کہتے ہیں۔ پہچاننا تو علم اور شناخت میں فرق ہے۔ پھر تیسرا درجہ ہے تعلق کا نسبت رکھنا تو تعلق اور شناخت میں بھی فرق ہے۔ اس بات کو میں ایک مثال سے شروع کرتا ہوں۔

آپ یوں سمجھیں کہ پاکستان کے 10 کروڑ یا گیارہ کروڑ افراد ہیں۔ چھوٹے نہ سمجھ بچوں کو چھوڑ کر جتنے عاقل، بالغ لوگ ہیں۔ ان سے اگر کوئی یہ پوچھے کہ اس وقت پاکستان کا صدر کون ہے؟ ابھی ایک مثال سے سمجھا رہا ہوں تو آپ کو علم ہے یا نہیں کہ صدر کون ہے؟ فلاں شخص صدر ہے اس کا علم کم و بیش ہر شخص کو ہے۔ جو پڑھا لکھا ہے اس کو بھی علم ہے جو ان پڑھ ہے اس کو بھی علم ہے۔ مختلف طریقوں سے مگر یہ کہ جانتا ہر کوئی ہے جاننے کے مختلف طریقے ہوتے ہیں مثلاً آپ ایک مکان کو دیکھیں کہ بنا ہوا تو مکان کو دیکھ کر معلوم ہو جاتا ہے کہ کوئی مستری اور معمار اور بنانے والا کاریگر بھی ہے۔ اس کے بغیر مکان خود بخود نہیں بنا تو مکان کو دیکھا اور آپ مکان کے بنانے والے کو اس حد تک جان گئے کہ کوئی اچھا کاریگر ہے۔ مکان کو اچھی شکل میں دیکھیں صاف ستھرا ہے۔ آباد ہے تو آپ اس کو دیکھ کر جان گئے علم ہو گیا کہ کوئی اچھا گھرانہ اس مکان میں رہتا ہے۔

آپ دیکھیں کسی جگہ سے دھواں اٹھ رہا ہے دھویں کو اٹھتا دیکھ کر آپ جان جائیں گے کہ یہاں آگ جل رہی ہے یا جلتی رہی ہے۔ علم ہو گیا نا؟ تو علم کی کئی صورتیں ہیں۔ علم میں ایک علم ہوتا ہے جو دلائل سے، قرائن سے، شواہد سے اور مختلف ذریعوں سے حاصل ہوتا ہے مگر ضروری نہیں جو علم ہوا وہ من اور دل کے اوپر بھی وارد ہو۔ یہ ضروری نہیں۔ اس کا فرق آپ یوں سمجھیں کہ آپ میں سے اور ہم میں سے ہر کوئی جانتا ہے کہ ہم نے مرنا ہے۔ اور یہ بھی جانتا ہے ہر شخص کہ کچھ خبر نہیں کہ شام ہی کو موت آ جائے۔ کل کا دن زندگی ہو گی یا نہیں ہو گی۔ اس حد تک یقین ہے کہ یہ بھی پتہ نہیں کہ پل کے بعد موت آ جائے۔ موت حق ہے اور ہم نے مرنا ہے علم ہے۔ یقین ہے مگر یہ جاننے کے باوجود جو شخص یہ جانتا ہے کہ میں نے مرنا ہے وہ یہ جان کر ڈاکے بھی کر رہا ہے۔ چوریاں بھی کر رہا ہے۔ ظلم اور نا انصافی بھی کر رہا ہے۔ بددیانتی بھی کر رہا ہے۔ جھوٹ بھی بول رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کو یہ علم تو ہے یقین بھی ہے کہ میں نے مرنا ہے مگر وہ علم صرف زبان تک ہے ابھی اس کے دل پر وارد نہیں ہوا۔ اگر یہ علم اور یقین دل پر روح پر وارد ہو جاتا تو وہ کوئی ایسا کام نہ کرتا جس کام کے نتیجے میں اسے اللہ کے سامنے رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا۔

اب اس کی مثال لیں۔ عدالت ایک شخص کو فیصلہ سنا دیتی ہے سزائے موت اور علان کر دیتی ہے کہ ٹھیک تین دن بعد صبح سات بجے اس شخص کو پھانسی چڑھا دیا جائے گا۔ عدالت فیصلہ سنا دیتی ہے اب اس کو بھی علم ہو گیا کہ تین دن بعد میں نے مر جانا ہے اور پھانسی چڑھ جانا ہے۔ تو جس کو عدالت نے فیصلہ سنا دیا کہ تین دن بعد اس کو پھانسی ہے اب وہ جو درمیان کے دو تین بچ گئے اس میں بھی وہ ڈاکے مارے گا؟ بولیے چوریاں کرے گا شراب خانے جائے گا بدکاری کرے گا جھوٹ بولے گا؟ اس کا تو کھانا پینا ہی چھوٹ جائیگا۔ تسبیح اس کے ہاتھ سے نکلے گی؟ مصلے سے اٹھنے کو جی نہیں کرے گا رات دن روئے گا سجدہ ریزیاں کرے گا متقی بن جائے گا عبادت گزار بن جائے گا۔ تین رات بچ گئی تو چلو تینوں راتوں کی تہجد بھی نہیں چھوڑے گا۔ کھانا پینا بھی چھوٹ گیا اب بتایئے دونوں علموں میں فرق کیا ہے؟ عدالت کا فیصلہ سننے سے پہلے بھی اسے یقین تھا کہ مرنا ہے اور تین دن تو کیا یہ بھی پتہ تھا ممکن ہے اج شام ہی کو مر جاؤں۔ اس اتنا جاننے کے باوجود اس کا کھانا پینا نہیں چھوٹا تھا اور اس کی حالت نہیں بدلی تھی۔ اب اس کو عدالت کے ذریعے اس کا علم ہوا کہ تین دن بعد مرنا ہے اب اس کا کھانا پینا بھی چھوٹ گیا اس کی حالت بھی بدل گئی۔ جاننا پہلے بھی تھا جاننا اب بھی ہیں مگر دونوں جاننے میں ممکن ہے تیسرا دن آئے اس کی سزا معاف ہو جائے پھانسی نا چڑھے بچ جائے وہ تو جدا معاملہ ہے۔ مگر جاننا پہلے بھی تھا مرنا جاننا ابھی بھی ہے مگر پہلے جاننے نے اس کی چوری اور ڈاکہ بھی نہ چھوڑایا۔ اس دوسرے جاننے نے اس کا کھانا پینا بھی چھوڑا یا دیا۔

فرق کیا ہے؟ پہلا جاننا صرف عقل تک تھا دوسرا جاننا روح میں اتر گیا۔ دل میں اتر گیا۔ پہلا جاننا فقط عقل اور زبان پر تھا۔ دوسرا جاننا اس کے من پر بیت گیا۔ تو گویا پہلا جاننا قال تھا زبان سے کہنا، دوسرا جاننا اس کا حال بن گیا۔ تو علم جب تک قال رہے زباں پر رہے اس سے انسان کی زندگی نہیں بدلتی اور علم جب حال بن جائے وہ پوری کی پوری زندگی میں انقلاب برپا کر دیتا ہے۔ علماء کا علم قال ہوتا ہے علماء کا علم قال ہوتا ہے اس لیے نہ وہ خود بدلتے ہیں اور نہ اگلوں کو بدل سکتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ مگر عاشقوں کا عارفوں کا اور رب کے ولیوں کا علم حال ہوتا ہے۔ اس سے وہ خود بھی بدل جاتے ہیں اور جس پر نگاہ کرتے ہیں وہ بھی بدل جاتا ہے۔

علم کے مورد اور وارد ہونے کی جگہ مختلف ہوتی ہے جس کا علم عقل پر وارد ہوتا ہے اس کی زندگی نہیں بدلتی اور جس کا علم قلب پر وارد ہوتا ہے اس کی زندگی کے سارے رنگ بدل جاتے ہیں۔ مگر یہ سارا کچھ جاننے تک ہے بولیے سارا کچھ جاننے تک ہے۔ میں آپ کو یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ جاننا ہر ایک کو حاصل ہو سکتا ہے مگر پہچاننا کسی کسی کو حاصل ہوتا ہے۔ اگلی بات یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ جاننے تو بہت سے ہیں مگر پہچانتا کوئی کوئی ہے۔ وہ مثال سمجھا رہا تھا سارا پاکستان جانتا ہے کہ صدر غلام اسحاق خان ہے اگر وہ صدر اپنی سرکاری گاڑی کے بغیر پولیس اور پروٹوکول کے بغیر تنہا یہاں آپ کی بازار میں آ جائے۔ رش ہو منڈی لگی

ہوئی ہو بر مار ہو ہزار ہا افراد جمع ہوں اس رش میں آپ اپنے سادہ لباس میں آجائے شلوار قمیض پہن کر ساتھ کوئی پروٹوکول کوئی پولیس کا افسر کوئی فوج کا افسر کوئی سرکاری ایجنسی موجود نہ ہو اچانک منڈی میں آجائے دکان سے سودا خریدنے کے لئے تو بتایئے کتنے لوگ پہچان لیں گے؟ بولیے کتنے اندازا مشکل سے اگر سو میں سے کتنے پہچان لیں گے؟تو میں یعنی حویلی لکھا والے اور حجرہ والے، حجرہ شاہ مقیم والے اور دیپالپور والے اور بصیر پور شریف والے یعنی ان پورے علاقوں کے لوگ ان کی متفقہ رائے یہ ہے کہ کیا کہہ رہے ہیں سو میں سے پانچ پہچان لیں گے یا چلو بڑی رائے ہیں تو 10 پہچان لیں گے یہ آخری حد سو میں سے پانچ پہچان لیں گے اور ایسی جگہ بھی ہیں جہاں سو میں سے پانچ بھی نہیں اگر وہاں دس ہزار آدمی پھر رہا ہے تو جس سے پوچھیں تمہارے پاکستان کا ملک کا صدر کون ہے؟ جانتا تو ہر کوئی ہے جانتا تو ہر کوئی ہے کہ غلام اسحاق خان ہے۔ مگر پہچانتا کوئی کوئی ہے۔علم ہر ایک کو ہے مگر معرفت معرفت پہچان کو کہتے ہیں کسے کہتے ہیں؟ پہچان. معرفت کتنوں کو ہے۔؟

چند ایک کو ہے اور اگر کوئی جان پہچان والے مطلب یہ جاننے والے تو سارے تھے مگر پہچاننے والے ان میں کوئی کوئی تھے اور اگر کوئی پہچاننے والا پہچان لے اور وہ بتا دے کہ صدر پاکستان آگئے ہیں۔ پھر ہر کوئی پہچان لے پھر ہر کوئی پہچان لے گا۔ اس سے معلوم یہ ہوا کہ رب کو بھی یہ تو انسانی زندگی کے حالات ہیں انسانی زندگی کے حالات ہیں۔ وہ شخص جو صبح و شام ٹی وی پے نظر آتا ہے اور انسانوں جیسا انسان ہے دیکھا بھی جاتا ہے اور کم و بیش ہر کوئی ٹی وی کے ذریعے، اخبار کے ذریعے دیکھتا ہے جو دکھائی دیتا ہے اس کو بھی ہر کوئی نہیں پہچانتا اور جب انسانی زندگی سے اوپر چلے جاتے ہیں رب کی بارگاہ میں وہ تو دکھائی بھی نہیں دیتا۔ وہ تو دکھائی دینے والا نہیں ہے۔ جس کو کسی نے دیکھا نہیں اس کو کتنے پہچان لیں گے؟ جانتا ہر کوئی ہے اللہ ربنا اللہ ہمارا رب ہے. ہر شخص پڑھتا ہے لا الہ الا اللہ, اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہر شخص کہتا ہے ہر شخص کہتا ہے کہ اللہ ایک ہے۔ وہی ہمارا خالق وہی مالک, وہی معبود, وہی رازق, وہی قادر مطلق, وہی عالم الغیب والشہادۃ۔ ذات اور صفات کے ساتھ جانتا ہر کوئی ہے اپنے اپنے علم کے رتبے کے مطابق مگر اس کی پہچان کسی کو نہیں۔ اس کی پہچان کسی کو نہیں۔ تو پہچان والے کی طرف اس لیے جاتے ہیں اپنے حبیب کو اپنی پہچان عطا کی اور زمین پر بھیجا فرمایا حبیب لا الہ الا اللہ یہ ایک دعوی ہے۔ میری ذات کی نسبت جان تو لینگے مگر پہچان کسی کو نہ ہو گی **محمد الرسول اللہ** آئے اور پہچاننے والے نے فرمایا لوگوں میں پہچانتا ہوں وہ رب ہے۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہچان نے ہر ایک کو رب کی پہچان کرا دی اور قرآن مجید نے کہا۔

اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا ﴿الفران:۵۹﴾

(وہ) رحمان ہے، (اے معرفتِ حق کے طالب!) تو اس کے بارے میں کسی باخبر سے پوچھ (بے خبر اس کا حال نہیں جانتے)

رحمت والا رب ہے رحمان ہے خدائے رحمان ہے اور اگر اس کے بارے میں جاننا چاہتے ہو پہچاننا چاہتے ہو اس کی معرفت حاصل کرنا چاہتے ہو۔فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا تو جاؤ کیسی باخبر سے پوچھو کیا؟ کسی باخبر سے پوچھو. یوں نہیں فرمایا جس نے کتابیں پڑھی ہیں اس کے پاس جا کے پوچھو وہ تو خود ابھی کتابوں کے چکر سے باہر نہیں نکلا اسے تو پہچان کی راہ بھی ابھی معلوم نہیں پہچان کرائے گا کیا؟

نہیں فرمایا کسی علم والے کے پاس جا کر پوچھو نہیں فرمایا علم ہونا اور بات ہے۔ خبر ہونا اور بات ہے۔فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا کسی خبر والے سے پوچھو۔ اور فرمایا:

فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿النحل: 43﴾

سو تم اہلِ ذکر سے پوچھ لیا کرو اگر تمہیں خود (کچھ) معلوم نہ ہو۔

اگر تم نہیں جانتے تو ذکر والے سے پوچھو ذکر والوں سے پوچھو علم جن کا حال بن گیا ہے رب کو جاننا جن کی ہر وقت کی یاد بن گیا ہے ان سے پوچھو۔ ہم جانتے ہیں کہ اللہ ہے مگر یاد نہیں بولیے نا جانتے ہیں کہ اللہ ہے مگر یاد بھولے ہوئے ہیں بس فرق صرف اتنا ہے اللہ والوں میں اہل اللہ میں اور ہم میں فرق اتنا ہے کہ ہم جان کر بھولے ہوئے ہیں اور ان کی جان پہچان میں بدل

گئی جو پہچان لیتا ہے وہ بھولتا نہیں ہے۔ جو پہچان لیتا ہے وہ بھولتا نہیں ہے۔ اس لیے فرمایا:

وَ اصۡبِرۡ نَفۡسَكَ مَعَ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَ الۡعَشِىِّ يُرِيۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ (الکھف: 28)

(اے میرے بندے!) تو اپنے آپ کو ان لوگوں کی سنگت میں جمائے رکھا کر جو صبح و شام اپنے رب کو یاد کرتے ہیں اس کی رضا کے طلب گار رہتے ہیں (اس کی دید کے متمنی اور اس کا مکھڑا تکنے کے آرزو مند ہیں)۔

جن لوگوں نے رب کو پہچان لیا اور رب کو جاننا ان کی یاد بن گیا ہے اور صبح و شام وہ رب کے عشق میں غرق اور رب کی یاد کے طالب اور رب کے مکھڑے کے طالب رہتے ہیں اور اللہ کے سوا باقی ہر شے کو بھول گئے ہیں۔ بندے اگر میری یاد چاہیے تو یاد والوں کے پاس بیٹھا کرو۔

جاننا ہر کوئی ہے مگر پہچانتا کوئی کوئی ہے اس لیے لوگوں کو حکم ہے کہ پہچان والوں کے پاس جایا کرو۔ بعض اوقات ذہنوں میں خیال آتا ہے نا ذہنوں میں خیال آتا ہے کہ اہل اللہ کے پاس اللہ ہر ایک کا رب ہے مگر خاص خاص کے پاس کیوں جایا جائے؟ خیال آتا ہے نہ کہ بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کیوں جایا جائے؟ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کیوں جایا جائے؟ خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کیوں جائیں؟ شہنشاہ بغداد کے پاس کیوں جائیں؟ حضرت شاہ مقیم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کیوں جائیں؟ حضرت داؤد بندگی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کیوں جائیں؟ حضرت شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کیوں جائیں؟

جب وہ ہر ایک کا رب ہے تو ادھر کیوں جائیں تو بس اتنا ایک نقطہ ہے ہر ایک کا رب ہے جاننا ہر کوئی ہے مگر پہچانتا کوئی کوئی ہے تو کسی پہچان والے کے پاس جائیں گے تو وہ شناخت کرا دے گا۔ تو وہ شناخت کرا دے گا۔

اب اگلی بات آپ نے یہ فیصلہ صادر کر دیا کہ ہمارے ہاں اگر منڈی میں صدر پاکستان آ جائیں تو ہزاروں میں کوئی دس پندرہ بیس جان لیں گے سو میں پانچ جان لیں گے اتنی پہچان ہو گئی تو سو میں سے اتنے لوگوں کو پہچان ہوئی تو اب یہ بتایئے جتنے لوگوں نے پہچان لیا۔ پہچان تو لیا کیا ان کا تعلق بھی ہے؟ جنہوں نے تو پہچانا نہیں وہ تو ایک قسم ہو گئے. جنہوں نے نہیں پہچانا وہ تو ایک قسم ہو گئے اور وہ ہزار ہا ہو گئے. ان میں سے چند ایک نکلے جنہوں نے پہچانا اب اگلی بات جنہوں نے پہچانا تو کیا ان میں کوئی ہے جو ہاتھ پکڑ کر کوئی بات بھی کر لے۔ وہ کہیں گے کہ جی آپ پہچانتے ہیں ہاتھ پکڑ کے بات تو کریں وہ کہیں گے پہچانتا تو ہوں مگر تعلق نہیں ہے۔ کیا کہے گا پہچانتا تو ہو مگر تعلق نہیں ہے۔

جس طرح جان سے پہچان اوپر کی چیز ہے اسی طرح پہچان سے تعلق اور اوپر کی چیز ہے۔ سب جاننے والوں میں کوئی کوئی پہچاننے والا ہوتا ہے اور سب پہچاننے والوں میں کوئی کوئی تعلق والا ہوتا ہے۔ تو جان سے پہچان بہتر ہے۔ تو جان سے جاننے سے پہچاننا بہتر ہے مگر پہچان سے تعلق بہتر ہے۔ پہچان سے تعلق بہتر ہے۔ آپ بات نہیں کر سکتے اس لیے کہ تعلق نہیں ہے اب جہاں تعلق ہے تو وہ بھی سن لے تو پہچان والوں سے تعلق والے ہیں کچھ اور جو تعلق ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟ اب تعلق کی حقیقت یہ ہے کہ سمجھیں کہ اسی ایک ہی مثال کو آگے بڑھاتا ہوں تا کہ ساری باتیں اسی مثال کے اندر آ جائیں۔ اب وہ صدر پاکستان کہیں گاؤں میں رہنے والے ہیں کسی اپنے آبائی گاؤں میں آ کے رہے ہیں کچھ عرصہ رہے ہیں وہاں ان کا ایک آبائی حجام ہے۔ وہ آ کے صدر ایک جگہ بیٹھے ہیں باہر دن کا ٹائم ہے جمعہ کا وقت ہے ملاقاتی بھی آئے ہوئے ہیں پہچان والے آئے ہوئے ہیں۔ MNA (ایم این اے) بھی اکٹھے بیٹھے ہیں۔ MPA (ایم پی اے) بیٹھے ہیں. باہر وزیر بھی بیٹھے ہیں مشیر بھی بیٹھے ہیں ایک قطار لگی ہوئی ہے وزیروں کی مشیروں کی صغیروں کی نمائندگان کی۔ صبح سات بجے سے اکٹھے بیٹھے ہیں۔ دس بج گئے تین گھنٹے گزر گئے مگر اندر جانے کی ہمت کسی کو نہیں۔ بھئی آپ لوگ کیوں بیٹھے ہیں۔ صدر صاحب سے ملنے آئے ہیں۔ وزیر بھی ہیں مشیر بھی ہیں نمائندے بھی ہیں۔ سب کچھ ہیں۔ مگر تین گھنٹے سے باہر بیٹھے ہیں۔ اندر کیوں نہیں جاتے۔ بھئی تعلق ایسا نہیں ہے کہ اندر چلے جائیں۔

باہر بیٹھے ہیں صدر صاحب جب باہر آئیں گے تو ملاقات ہو جائے گی باہر بیٹھے ہیں۔ اتنے میں ایک آدمی ٹوٹی ہوئی سائیکل پر آتا ہے۔ اب یہ مثال بالکل آپ کے دہی آبادی کے حساب سے دے رہا ہوں۔ دہی آبادی کے قصبوں اور دیہاتی زندگی کے مطابق دے رہا ہوں۔ ایک سائیکل والا آ گیا چمڑے کی ایک لٹکائی ہوئی پرانے قسم کی ایک بیگ، دھوتی پہنی ہوئی ہے۔ عجیب حالت ہے۔ پرانا بیگ پہن کر سائیکل کے اوپر بیٹھ کر آیا اور سیدھا اندر۔ وہ لوگ سب حیران کہ وزیر بھی یہاں بیٹھے ہیں مشیر بھی یہاں بیٹھے ہیں۔

(ایم پی اے) سب یہاں بیٹھے ہیں۔ بلدیہ کے چیئرمین بھی یہی باہر بیٹھے ہیں۔ اندر جانا کسی کو نہیں مل رہا یہ کون ہے جو سائیکل پر آیا نہ اس کے پاس کار نہ کوٹھی والا عام میلے سے کپڑے پھٹے ہوئے پرانا سا ایک چمڑے کا بیگ سائیکل کھڑا کیا اور سیدھا بیل دی اور اندر سے کوئی ملازم نکلا اور اندر لے گیا۔ پوچھتے ہیں یہ کون ہے کہتے ہیں کہ یہ صدر صاحب کا حجام ہے تو جہاں وزیر اور مشیر بھی اندر نہیں جا سکے تو وہاں حجام اندر چلا گیا حجام اندر کیا چیز لے گئی پہچان لے گی یا تعلق لے گیا۔ اس کا تعلق تھا اس تعلق نے یہ نہیں دیکھا کہ حجام ہے یا وزیر ہے تعلق اندر چلا گیا تعلق تھا اندر چلا گیا سیدھا اندر چلا گیا۔ تو جاننا ایک جگہ رک جاتا ہے۔ پہچان آگے تک لے جاتی ہے۔ پھر ایک مقام آتا ہے جہاں پہچان رک جاتی ہے تعلق اس سے آگے لے جاتا ہے۔ تعلق اس سے آگے۔

پھر تعلق کے بھی درجے ہیں تعلق کے بھی درجے ہیں۔ معراج کی رات ہے سیدنا جبرائیل امین کو بھیجا ہمارے حبیب کو بلا لاؤ۔ جبرائیل امین کو بھیجا ہمارے حبیب کو بلا لائیں۔ سواری بھیجی جبرائیل امین کو بھیجا ساتھ لے کے گئے۔ آسمانوں تک پہنچے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے۔ جب سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے جب آقا آگے بڑھے تو سیدنا جبرائیل امین وہیں رک گئے۔ وہ بھیجے گئے تھے تو تعلق تھا خالی پہچان نہ تھی ایک تعلق تھا حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو لانے کے لیے بھیجا گیا۔ نمائندہ بنا کر مگر بتا رہا ہوں تعلق کے بھی درجے ہیں تعلق تھا لینے کے لیے بھیجا مگر سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے تو رک گئے۔ آقا آگے بڑھنے لگے پوچھا جبرائیل آپ آگے نہیں آتے آگے لامکان میں جا رہے ہیں۔ عالم انوار آئے گا اللہ کے اسماء کے انوار کا عالم آئے گا۔

صفات الٰہی کا عالم آئے گا۔ پھر ذات الٰہیہ کا عالم آئے گا۔ قرب کی تجلیات آئیں گی۔ پھر قرب دنا آئے گا۔ پھر قرب تدلہ آئے گا۔ پھر مقام کعبہ قوسین آئے گا۔ پھر آغوش او ادنی آئے گی۔ بڑے مرحلے آگے ہیں۔ جبرائیل آپ یہیں رک گئے آگے کیوں نہیں آتے۔ فرمایا حضور میرا تعلق بس اتنا ہی تھا بس اس سے آگے نہیں جا سکتا۔ میرے تعلق کی طاقت اتنی ہی تھی آگے آپ ہی جا سکتے ہیں۔ آگے آپ ہی جا سکتے ہیں۔ تو تعلق کے بھی درجے ہیں۔

اب پھر اسی مثال کی طرف آجائیں حجام اندر چلا گیا صدر صاحب ناراض ہوئے بھائی تمہارا آٹھ بجے کا ٹائم تھا تم دس بجے آ پہنچے۔ دو گھنٹے سے انتظار میں بیٹھا ہوں ذرا فرق کا موازنہ کر لیں۔ باہر مشیر وزیر یم این اے ایم پی اے تین گھنٹے سے وہ انتظار میں ہیں۔

اندر صدر پاکستان حجام کے انتظار میں ہیں۔ کوئی بات پلے پڑ رہی ہے کہ نہیں پڑ رہی۔ خالی ہنس رہے ہیں یا سمجھ آ رہی ہے بات۔ سمجھ کتنی دیر تک رہے گی نماز جمعہ تک یا اس کے بعد بھی رہے گی۔؟

صدر نے کہا بھائی میں دو گھنٹے سے تمہارے انتظار میں ہوں تم اتنا لیٹ کیوں آئے تو معلوم یہ ہوا کہ جہاں پہچان ہوتی ہے صرف وہاں آدمی منتظر ہوتا ہے اور جہاں پہچان تعلق میں بدل جاتی ہے وہاں بڑا بھی ہو وہ منتظر ہوتا ہے اور کوئی چھوٹا بھی ہو تو منتظر ہو جاتا ہے۔ یہ تعلق تعلق کی بات ہے وہ اندر حجام کا منتظر ہے یہ باہر صدر کے منتظر ہیں۔ صدر ان کے لیے منتظر ہیں اور اپنے تعلق والے کے لئے منتظر ہے۔ انتظار کر رہا ہے۔

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں میری جبین نیاز میں

اب یہ ساری باتیں بلا تشبیہ اور بلا مثال ہیں کیوں کہ ایک مثال کے ساتھ کئی نقطے دائیں بائیں سے سمجھانے ہیں۔ ادھر انتظار ہو رہا ہے ادھر انتظار کیا جا رہا ہے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا خواہش ہوئی مولا کبھی اپنا کلام سناتا۔ کبھی تیری آواز کانوں میں پڑتی۔ تیری وحی آتی ہے کبھی آواز بھی سنتے ہیں فرمایا موسیٰ طور پر آجانا موسیٰ علیہ السلام تیس راتیں انتظار کروایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر بلالیا کتنی راتیں؟ تیس راتیں انتظار کرایا۔

جب تیس راتیں مکمل ہوگئی خواہش کی فرمایا موسیٰ اب دس راتیں اور انتظار کر چالیس راتیں انتظار کرایا۔ فرمایا:

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ (الاعراف:143)

اور جب موسیٰ (علیہ السلام) ہمارے (مقرر کردہ) وقت پر حاضر ہوا اور اس کے رب نے اس سے کلام فرمایا۔

اور جب چالیس راتیں پوری ہوگی اور چالیس دنوں کا انتظار پورا ہوگیا اتنا انتظار کرایا چالیس دن اس کے بعد کلام کیا اس کے بعد پھر آواز محبوب حقیقی کی حضرت موسیٰ کے کانوں میں پڑی۔ وہ جب آواز حبیب کی رس گل گی۔ اس کا لذت کلام جب نصیب ہوا تو طبیعت مچل اٹھی۔ عرض کیا مولا اگر اتنا کرم کیا ہے کہ مجھ سے کلام فرمالیا ہے تو ذرا ایک لمحے کیلئے پردہ بھی ہٹادے۔ اگر لذت کلام دی ہے۔ حلاوت گفتگو دی ہے۔ شرف ہم کلامی دیا ہے تم مولا ذرا پردہ بھی ہٹالے۔ تیرے حسن کا جلوہ بھی نصیب ہوجائے۔ اس پر جواب آیا لن ترانی

رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ (الاعراف:143)

اے رب! مجھے (اپنا جلوہ) دکھا کہ میں تیرا دیدار کرلوں، ارشاد ہوا: تم مجھے (براہِ راست) ہرگز دیکھ نہ سکو گے۔

ایک نظر دکھادے فرمایا لن ترانی نہیں دیکھ سکتا تو بس تعلق یہی تک تھا تعلق یہی تک تھا۔ انتظار ہوا چالیس راتوں کے انتظار کے بعد فقط لذت کلام سے نوازا گیا۔ گفتگو سے نوازا گیا۔ جب پردہ ہٹا کر جلوہ حسن دکھانے کی بات کی۔ فرمایا نہیں موسیٰ بس بات اتنی ہے لن ترانی تو نہیں دیکھ سکتا تو نہیں دیکھ سکتا۔ ایک حد پر جاکر رک گئے نا۔ یہ تھے منتظر اور حبیب دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ منتظر بنایا تھا انہیں فرمایا تھا موسیٰ آجانا طور پر حاضر ہوگئے۔ چالیس دن انتظار کروایا پھر کلام کیا اور دیدار پھر بھی عطا نہ ہوا۔ ادھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیٹے ہیں ادھر بلوا بھیجا اور بلانے کے طریقے ہوتے ہیں آپ اگر کسی کی دعوت کریں گھر تو تعلق کے درجے بتارہا ہوں۔ کہ جس سے تعلق ہو اسی کو بلوا بھیجتے ہیں نا یا غیر کو بلوا بھیجتے ہیں۔ تو ایک تعلق والا ایسا ہوتا ہے کہ آپ کارڈ بھیج دیتے ہیں کہ ہمارے گھر آپ کی دعوت ہے فلاں دن تشریف لے آئیں۔ بس کارڈ دیا دعوت بھیج دی آنے والا آجاتا ہے۔ کرتے ہیں نا اور جہاں زیادہ تعلق ہو جہاں زیادہ تعلق ہو وہاں دعوت بھی بھیجتے ہیں ساتھ سواری بھی بھیجتے ہیں گاڑی بھی بھیجتے ہیں کار بھیج دیتے ہیں کہ یہ کار بھی ہے آجائیں۔ اعزاز ہوتا ہے اکرام ہوتا ہے علاقہ ہو دیہاتی تو گھوڑی بھیج دیتے ہیں۔

اچھی قسم کی گھوڑی، گھوڑی بھیجی ہے آجائیں اس سے اعزاز ہوجاتا ہے۔ پتہ چلتا ہے کہ تعلق اونچے درجے کا ہے اور اس سے اونچا تعلق ہو اور آخری حد ہو تعلق کی تو دعوت بھی بھیجتے ہیں۔ سواری بھی بھیجتے ہیں۔ ساتھ ایک نمائندہ بھی بھیجتے ہیں۔ بڑا معزز نمائندہ بھیجتے ہیں بھیجتے ہیں نا؟ جس کی دعوت ہو اگر آپ کو کوئی آپ کا یہاں بڑا آپ کا کوئی بڑا وڈیرہ علاقے کا بلا بھیجے، ساتھ سواری بھیجے، ساتھ اپنا بیٹا بھی بھیج دے خوشی سے پھولے نہیں سماتے۔ آپ تین دن محلے والوں سے بات ہی نہیں کریں گے۔ تین دن تک بات نہیں کریں گے۔ فلاں نے بلا بھیجا ساتھ بیٹا بھی بھیجا کار بھی بھیجی۔ بڑا تعلق ہو تو آدمی دعوت بھیجتا ہے سواری بھیجتا ہے نمائندہ بھیجتا ہے۔ یہ تعلق پروٹوکول کی آخری حد ہے۔ پروٹوکول کی عزت افزائی کی آخری حد ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے بھی تعلق ہے بلوا بھیجا اے موسیٰ طور پر آجانا چالیس راتیں انتظار کروایا اس کے بعد کلام کیا اور جب دیدار کی طلب ہوئی طلب ہوئی دیدار کی۔ عرض کیا گیا فرمایا نہیں موسیٰ یہ تیری سکت سے نہیں۔ یہ تیری طاقت سے باہر ہے۔

اور ادھر صرف دعوت نہیں بھیجی کہ میرے مصطفی ﷺ آجانا ایسا نہیں کیا۔ براق کی سواری بھیجی۔ براق کی سواری بھیجی۔ اور خالی براق کی سواری نہیں بھیجی بلکہ اپنی پوری کائنات نور آسمانوں کی کائنات کا سب سے بڑا عظیم نمائندہ سیدنا جبرائیل امین کو بھی بھیجا۔ سیدنا جبرائیل امین کو بھیجا کہ جاکر لے آنا۔ لینے گئے دعوت بھیجی سواری بھیجی جبرائیل امین کو نمائندہ بنا کر بھیجا۔ سب

کچھ کیا مگر جب بیان کرنے کا وقت آیا کہ کیسے آئے تو وہاں یہ نہیں فرمایا کہ جبرائیل لے آیا فرمایا میں خود لے گیا۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا (الاسراء: 1)

وہ ذات (ہر نقص اور کمزوری سے) پاک ہے جو رات کے تھوڑے سے حصہ میں اپنے (محبوب اور مقرّب) بندے کو لے گئی۔

پاک ہے وہ ذات جو خود اپنے بندے کو لے گئی۔ جو خود اپنے بندے کو لے گئی۔ تو تعلق کے درجے ہوئے نا۔ فرمان میں یہ ہے کہ خود لے گیا یہ درجات تعلق ہوتے۔ بعض کے انداز بعض میں لاڈ بھی آ جاتے ہیں۔ نہیں دیکھا کرتے کہ یہ حجام ہے یا غریب ہے یا امیر ہے۔ نہیں دیکھتے جہاں تعلق ہوتا ہے کہ کپڑے اچھے ہیں یا پھٹے ہوئے ہیں۔ کنگھی کی ہوئی ہے یا بال بکھرے ہوئے ہیں۔ نہلایا ہوا ہے یا گرد آلود ہے۔ جہاں تعلق ہوتا ہے فرمایا:

میری امت میں کئی ایسے لوگ ہیں جن کے بال بکھرے ہوں گے کپڑے پھٹے ہوں گے بال منتشر گرد آلود ہوں گے مگر رب سے تعلق یہ ہو گا کہ اللہ کے بھروسے قسم اٹھا دیں گے رب ان کا کام کر کے رہتا ہے۔ ارے پہچان والوں کے پاس اس لیے جاتے ہیں کہ رب کی پہچان کرا دیں اور اللہ کے جس بندے کا تعلق ہو اس تعلق والے کے پاس جاؤ۔ قیامت کا دن ہو گا رب ذوالجلال اس کی رحمت جوش پر ہو گی جونہی رب کا بندہ سامنے آئے گا حکم ہو گا فرشتوں یہ تو ساری ساری رات میری خاطر مصلے پر کھڑا رہتا تھا۔ ساری رات سجدوں میں میری محبت میں آنسو بہاتا رہتا تھا۔ اس نے پوری دنیا کو میری خاطر ناراض کر دیا تھا۔ ساری زندگی میری ریاضت کرتا رہا مجاہدہ کرتا رہا، میری عبادت کرتا رہا، میرے عشق کی آگ اس کے سینے میں جلتی رہی، آج قیامت کے دن آیا ہے ہٹا لو ترازو اس سے حساب کتاب کیا لینا۔ جنت میں لے جاؤ۔ اس نے ساری زندگی ہمارے نام کر دی اس کا جینا مرنا ہمارے لئے ہو گیا تھا۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الانعام: 162) کا پیکر بن گیا تھا۔

"فرما دیجئے کہ بیشک میری نماز اور میرا حج اور قربانی (سمیت سب بندگی) اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے"

اس نے ساری زندگی ہمارے نام کر دی اسے ہماری محبت اور عبادت کے سوا کچھ سوجھتا نہ تھا۔ یہ ہماری توحید کے سمندر میں غرق تھا۔ اس سے حساب کیا لو گے اسے جنت میں لے جاؤ۔ فرشتے آئیں گے آؤ تمہیں جنت میں لے جائیں۔ وہ رک جائے گا۔ کہے گا نہیں مولا تعلق کی غیرت یہ گوارا نہیں کرتی جس طرح تو میرے تعلق کی بنا پر بغیر حساب کتاب کے مجھے جنت میں بھیج رہا ہے کئی ہزاروں میرے تعلق والے بھی تو ہیں۔ ہائے ہائے وہ بھی تو ہیں جنہوں نے مجھ سے بیعت کر رکھی تھی۔ وہ بھی تو ہیں جو میرے لئے جان دے دیتے تھے وہ بھی تو ہیں جو میرے لئے قربان ہوتے تھے۔ میرے نیک حکم کی تعمیل کرتے تھے نیک راہ پر میرے ساتھ چلتے تھے۔ میرے شانہ بشانہ چلتے تھے۔ وہ میرے تعلق والے بھی تو ہیں۔

آج انہیں اس مصیبت میں چھوڑ کر خود تنہا جنت میں چلا جاؤں میرا تعلق گوارا نہیں کرتا یا ان کو بھی میرے ساتھ بھیج یا میں بھی نہیں جاتا۔ حکم ہو گا فرشتوں جب اس کا تعلق اتنا ہے تو اگے اس سے تعلق والوں کو بھی ساتھ لے جاؤ اور یہ بات یہ بات محض کہانی نہیں ہے۔ صحیح بخاری اٹھا کے دیکھ لو۔ صحاح ستہ کی کتابیں حدیث کی بخاری مسلم اٹھا کے دیکھیں اور کتب حدیث بھری پڑی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت میں ستر ہزار لوگ ایسے ہونگے کتنے صحابہ کرام سے فرمایا حدیث صحیح ہے ستر ہزار افراد ایسے ہونگے جنہیں بغیر حساب و کتاب کے بخش دیا جائے گا اور فرمایا ان ستر ہزار افراد میں سے ہر ہر شخص ایسا ہو گا کہ ایک ایک شخص کے ساتھ پھر ستر ستر ہزار لوگ جائیں گے۔ ایک ایک شخص کے ساتھ پھر ستر ہزار جائیں گے اس لیے کہتے ہیں کہ اچھوں کی سنگت اختیار کر لو اچھوں کی۔ اولیاء اللہ کا طریقہ یہ تھا پرانے زمانے کے اولیاء کا طریقہ یہ تھا کہ جب کسی سے دوستی بناتے نا دوستی اور کسی کی مجلس میں بیٹھتے، دوستی اور تعلق بناتے، پیار کسی سے شروع کرتے تو وہ فرماتے

https://www.minhaj.info/di/

بھائی دوستی کسی سے بنانے سے پہلے یہ سوچا کرو کہ اس کی دوستی قیامت کے دن بھی کام آئے گی یا نہیں؟ اگر اس کی دوستی قیامت کے دن کام آئے تو پھر دوست بنالو اگر قیامت کے دن کام کی نہیں پھر یہاں بھی کام کی نہیں۔ اپنے رشتوں کے گریبانوں میں جھانک کر دیکھو اپنے دوستیاں، اپنی محبتیں، اپنے تعلقات کو، اپنے رشتے، اپنی نسبتیں ہر ایک کا احیاء لئے پھرتے ہو۔ اگر نہیں رہا ہماری زندگی میں احیاء تو رب کا نہیں رہا۔

ہر بڑے کا حیا ہے مگر سارے بڑوں کے بڑے کا حیا نہیں رہا. ہر امیر کا حیا ہے مگر سب امیروں کے امیر کا حیا نہیں رہا ہر طاقتور کا حیا ہے. مگر کائنات کے سارے طاقتوروں کے طاقتور کا حیا نہیں رہا. ہر ایک سے دوستی ہے مگر مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے رب سے دوستی نہیں ہے. اگر دوستی رب سے اور رب کے حبیب سے ہو جاتی تو دنیا کی ساری دوستیاں ان کی دوستیوں پر قربان ہو جاتیں۔ سارے تعلق رب کے تعلق پر قربان ہو جاتے. ساری نسبتیں رب کی نسبت اور مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت پر قربان ہو جاتیں۔ تو تعلق جہاں ہوتا ہے اس کے فیض پھر دوسروں کو بھی پہنچتے ہیں۔ دوسروں کو بھی پہنچتے ہیں اور پھر تعلق میں عالم کیا ہے کروڑ کروڑ روپیہ صدر کی سیکورٹی پر خرچ ہوتا ہے کروڑوں روپے لاکھوں روپے حفاظت پر خرچ ہوتے ہیں. انٹیلی جنس ہے ایجنسیز ہیں کیمرے ہیں ٹی وی ہیں گارڈ ہیں مختلف قسموں کے سیٹ ہیں۔.

لاکھوں کروڑوں روپے صدر کی حفاظت پر خرچ ہوتا ہے. اور اب حجامت کا وقت آ گیا شیو کر رہا ہے حجام صدر کی گردن اوپر اور تیز دھاری والا استرا گردن کے اوپر لکھا ہوا ہے۔ استرا شاہرگ پر ہے۔ وہ سارے کے سارے گن مین تک رہے ہیں اور وہ استعفی دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس گردن کے بچانے کی خاطر لاکھوں روپے خرچ کر رہے ہیں اسی آپ کی گردن کے بچانے کے لئے آپ نے یہی گردن اس کے استرے کے نیچے دے دی۔ کیا سیکورٹی رہ گئی؟ کیا سیکورٹی رہ گئی. جس ایک گردن کو بچانے پر کروڑوں روپے خرچ ہو رہے ہیں وہ گردن استرے کے نیچے پڑی ہے. اب فرق کیا ہے؟ استرا یوں چلے تو سلامتی ہے اوپر سے نیچے یا نیچے سے اوپر چلے تو خیر ہے تو تھوڑا سا دائیں سے بائیں تو بھیڑا ہی پار ختم۔ یہ کیوں کر دیا ایسا کروڑوں روپے جس گردن کی سلامتی پر خرچ ہو رہے ہیں وہ استرے کے سپرد کیوں کر دی؟ کیونکہ یہاں تعلق ہے اور جہاں تعلق ہوتا ہے وہاں اعتماد ہوتا ہے۔ جہاں تعلق ہوتا ہے وہاں اعتماد ہوتا ہے۔ اس لئے اولیاء اللہ کو فرمایا

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (یونس: 62)

خبردار! بیشک اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ رنجیدہ و غمگین ہوں گے۔

ان کا چونکہ تعلق ہے ان کا اللہ پر اعتماد ہوتا ہے. اللہ کی طرف سے انہیں آگ میں پھینکنے کا بھی امر ہو جائے اور آگ میں پھینک دیے جائیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے آگ میں پھینک دیا آگ میں۔ سیدنا جبرائیل علیہ السلام حاضر ہو گئے سلام کیا اور کہا سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے حضرت هل لك حاجتا۔ اگر آپ کی کوئی ضرورت ہو تو مجھے بتایئے میں حاضر ہوں حکم دے تو پھونک مارو تو نمرود کی آگ بجھ جائے نمرود کی آگ بجھا دو؟ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا نہیں ضرورت نہیں تجھ سے سوال کی ضرورت نہیں۔ پھر سیدنا جبرائیل امین نے دوسرا سوال کیا عرض کیا کہ حضور اگر مجھ سے نہیں سوال کی حاجت تو اللہ سے سوال کر لیں۔ اللہ سے سوال کر لیں۔ فرمانے لگے اس سے سوال کروں جو میرے حال کو مجھ سے بہتر جانتا ہے۔ اس سے سوال کروں جو میرے حال کو مجھ سے بہتر جانتا ہے۔ تو بجائے سوال کے اس کے جاننے پر قناعت کی ہے۔ جہاں تعلق ہے وہاں بھروسے کا یہ عالم ہے کہ کھڑے آگ میں ہیں مگر پتہ ہے کہ اگر اسے بچانا مقصود ہے تو آگ جلا نہیں سکتی حکم ہوتا ہے

قُلْنَا یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ (الانبیاء: 69)

ہم نے فرمایا: اے آگ! تو ابراہیم پر ٹھنڈی اور سراپا سلامتی ہو جا۔

آگ گلزار ہو جاتی ہے۔ تعلق سے اعتماد پیدا ہوتا ہے۔ جب یہ بنیادی چیز آپ سمجھ گئے کہ جان سے پہچان اچھی اور پہچان سے تعلق اچھا اب سوال پیدا ہو گا کہ اس رب سے وہ

https://www.minhaj.info/di/

تعلق پیدا کیسے ہو؟ رب سے وہ تعلق پیدا کیسے ہو؟ جاننے سے پہچان اچھی ہو گئی اور پہچان سے تعلق اچھا ہو گیا۔ مگر اب سوال یہ پیدا ہو گیا کہ اس رب سے تعلق پیدا کیسے ہو؟

اس کا جواب سن لیں قرآن مجید اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اس پر گواہ ہے۔ رب سے تعلق پیدا کرنا چاہتے ہو تو ایک ہی طریقہ ہے وہ یہ کہ اس کے حبیب سے تعلق پیدا کر لو۔ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق پیدا ہو گیا تو یہی خدا سے تعلق ہو گا۔ اللہ سے تعلق چاہتے ہو تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی ذات پاک سے تعلق پیدا کر لو۔ اللہ سے تعلق الگ کوئی شے نہیں ہے سن لیں اچھی طرح سمجھ لیں ذہن نشین کر لیں دلیل کی بات سمجھنے والے دلائل کی رو سے سمجھ لیں محبت کی بات سمجھنے والے محبت کی رو سے جان لیں۔ عقل کی راہ سے جانے والے اس بات کو عقل پر تو لیں اور دل کی راہ سے جاننے والے دل میں اس بات کو سمو لیں۔ اللہ سے تعلق الگ کسی اور شے کا نام نہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک سے تعلق ہی اللہ سے تعلق کہلاتا ہے۔ تعلق با المصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تعلق خدا ہے۔ تعلق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تعلق خدا ہے۔ رسول خدا نہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم خدا نہیں اور خدا رسول نہیں مگر تعلق دونوں کا جدا نہیں۔

نسبت ایک، تعلق ایک، ربط ایک، جو خدا سے تعلق چاہے کسی اور در سے تعلق الٰہی نہیں ملے گا کسی اور راہ سے اللہ کے تعلق کی خیرات نہیں ملے گی جہاں جاؤ گے ٹوکھریں کھاؤ گے رب سے تعلق چاہتے ہو تو در مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق کر لو۔ اب قرآن مجید کی زبان سے اس بات کو سمجھتے ہیں وہ آیت کریمہ جو میں نے ابتدا میں پڑھی۔ اب وہ آیت ہماری گفتگو کا مرکز بن گئی اب اس آیت کا موضوع اپہنچا فرمایا کہ جو خدا سے تعلق چاہتے ہو تو مصطفی سے تعلق جوڑ لو۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (ال عمران: 31)

(اے حبیب!) آپ فرما دیں: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تب اللہ تمہیں (اپنا) محبوب بنا لے گا اور تمہارے لئے تمہارے گناہ معاف فرما دے گا، اور اللہ نہایت بخشنے والا مہربان ہے

میرے محبوب اعلان کر دو لوگ میرے تعلق کے متلاشی ہیں۔ میری محبت کے متلاشی ہیں۔ مجھ سے تعلق جوڑنا چاہتے ہیں۔ مجھ سے نسبت جوڑنا چاہتے ہیں۔ میری محبت کی خیرات چاہتے ہیں۔ میرے حبیب انہیں بتا دو کہیں بھی پھرو زمانہ چھان مارو، در در کی خاک چھان مارو سجدے کرو اور رکوع کرو نماز پڑھو روزے رکھو مجاہدہ کرو تو جو چاہو کرو جب میرے مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق نہیں جڑتا رب نہیں مل سکتا۔

رب سے تعلق نہیں بن سکتا اعلان کر دیں میرے حبیب اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ اگر اللہ سے محبت والا تعلق چاہتے ہو محبت والا تعلق چاہتے ہو تو فَاتَّبِعُوْنِيْ میری پیروی والا تعلق اختیار کر لو۔ اگر میری اتباع والا تعلق حاصل کر لو تو رب کی محبت والا تعلق مل جائے گا۔ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ میرے نقش قدم پر چلو۔ میرے قدموں کے نشان تلاش کرو۔ میری اتباع کرو اور اتباع میں کیا ہے؟ میرے قدموں کے نشان دیکھو جن راہوں سے گزرتا جاؤں تم بھی اس راہ کی خاک سر پہ ڈال لو۔ اس راہ کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ بناؤ۔ میرے قدموں کے نشان دیکھو جہاں جہاں میرے تلوے لگے بس انہی راہوں پے گزرتے چلے جاؤ۔

میری زندگی بھی عجیب ہے
میری بندگی بھی عجیب ہے
جہاں مل گیا تیرا نقش پا
وہی میں نے کعبہ بنا لیا

اور مجھے ہوش کیا تھی رکوع کی مجھے کیا خبر تھی سجود کی تیرے نقش پا کی تلاش تھی کہ میں جھک رہا تھا نماز میں

جدھر میں چلو تم اسی کو راہ بنا لو۔ میری پیروی کرو رب مل جائے گا۔ تو اللہ سے محبت کا تعلق چاہو تو میری پیروی کا تعلق اختیار کر لو۔ مولا کیا اسی تعلق کے لیے شرط ہے؟ باقی اور کوئی تعلق ایسا بھی ہے جو تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر سیدھا مل جائے۔

مصطفی کا اطاعت خدا کی اطاعت:

باری تعالیٰ کیا کوئی ایسا تعلق بھی ہے جس میں تیرے حبیب کے در پر نہ جانا پڑے سیدھا تیرے گھر آئیں اور سیدھا مل جائے۔ فرمایا نہیں۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النسا:80)

جس نے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ (ہی) کا حکم مانا،

مولا اگر تیری اطاعت کرنی ہو تیری حکم کو ماننا ہو تو پھر کیا کریں۔ کیا اس میں بھی رسول کے تعلق کو واسطہ بنائیں یا سیدھا آجائیں فرمایا نہیں میری اطاعت بھی کرنا چاہتے ہو تو میرے مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو جو میرے رسول کی اطاعت کرے وہی میرا مطیع بن جائے گا۔

مولا کوئی اور صورت بھی ہے تیری مغفرت تیری بارگاہ سے چاہیں تیری بارگاہ سے مغفرت چاہیں بخشش چاہیں اس تعلق کے لیے سیدھا تیرے پاس آجائیں؟ فرمایا اس کے لئے بھی نہیں۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ (النساء:64)

اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے

وہ لوگ جو اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے ہیں اور میری مغفرت اور بخشش کے طالب ہوں تو انہیں کہہ دو کہ میرے پیارے مغفرت بھی چاہتے ہو تو سیدھا نہ آئیں تیرے در پر آئیں تیرے پاس آئیں اور تیری بارگاہ میں آکر رب سے بخشش مانگیں۔ خواہ تیرے پاس آنا سنت کی پیروی کے طریقے پر ہو۔ خواہ تیرے پاس آنا تیری محبت کے طریق پر ہو۔ خواہ تیرے پاس آنا اتباعاً ہو محبتاً ہو خواہ اطاعتاً ہو خواہ نصرتاً ہو خواہ توسلاً ہو خواہ شفاعتاً ہو۔ جیسے بھی ہو محبوب مگر تیرا دامن تھامے تو میرا ہاتھ میں آئے گا۔

رسول کی بیعت خدا کی بیعت:

مولا تجھ سے عہد کرنا چاہتے ہیں بیعت کرنا عہد کرنا چاہتے ہیں تجھ سے کوئی ایسا طریقہ بھی ہے کہ تیری بیعت ہو جائے اللہ کی بیعت ہو جائے۔ یعنی اللہ سے عہد ہو جائے فرمایا ہاں اس کا بھی راستہ یہ ہے کہ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کرو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ (الفتح:10)

(اے حبیب!) بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں،

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (الفتح:10)

ان کے ہاتھوں پر (آپ کے ہاتھ کی صورت میں) اللہ کا ہاتھ ہے۔

مصطفی کا ادب خدا کا ادب:

باری تعالیٰ آپ کو ادب کرنا چاہتے ہیں تو کیا ادب ایسا ہو سکتا ہے کہ تیرے رسول کا ادب نہ کریں اور تیرا ادب ہو جائے فرمایا نہیں۔

لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (الحجرات:1)

اے ایمان والو! (کسی بھی معاملے میں) اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے آگے نہ بڑھا کرو.

قربانی کا دن تھا قربانی کا عید الاضحی کا حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ابھی قربانی نہیں دی تھی ابھی اپنا بکرا ذبح نہیں کیا۔ بعض صحابہ کرام نے حضور علیہ السلام سے پہلے اپنے قربانی کرلی۔ قربانی دے کر مسجد آئے عید گاہ میں پتہ چلا کہ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی نہیں کی بعضوں نے پہلے کرلی ہے باری تعالی نے فرمایا اے جبرائیل جاکے بتادو کہ یہ بے ادبی ہے۔ قربانی اللہ کے لیے ہے قربانی اللہ کی بارگاہ میں نیاز ہے عبادت ہے۔ فرمایا اگر میری عبادت بھی میرے مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کرلو تو وہ بھی قبول نہیں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کوئی عمل نہ کیا کرو۔ تو قربانی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربانی سے پہلے کی تھی یا اللہ کی قربانی سے پہلے کی تھی۔ اللہ قربانی دیتا ہے؟ تو اللہ نے تو نہ قربانی دی نہ دینی تھی۔ قربانی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دی گئی۔ تو فرمایا جاتا نہ کہ لا تقدموا بین یدی رسول کہا جاتا نہ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے قربانی نہ دو لیکن پہل رسول صلی اللہ وسلم پر کی مگر اللہ نے نام اپنا لیا جو چونکہ رسول کا تعلق ہی خدا کا تعلق ہے۔

اسلام کی فکری بنیاد علم پر استوار ہے

قرآن نے اہل علم کو لاعلم افراد پر ترجیح دی ہے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علماء کو انبیاء کا وارث قرار دیا

ڈاکٹر انیلہ مبشر

دین اسلام کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس کی بنیاد علم پر رکھی گئی ہے۔ اسلام میں یقین محکم کی کنجی سے تفکر اور تجسس کے وہ ہزار در کھل سکتے ہیں جس سے خالق اور اس کی بنائی ہوئی کائنات کے اسرار و رموز کا ادراک ممکن ہے۔ اللہ رب العزت جو علمِ کامل کا منبع، ظاہر و پنہاں سے آگاہ اور ماضی اور مستقبل کا خبیر و بصیر ہے۔ اس نے انسان کو سماعت، بصارت اور تفکر کی قوتیں عطا کرتے ہوئے نیابت کے اعلیٰ مقام پر فائز فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو علم الاسماء کے اعزاز سے نوازا جو تمام انسانوں کے اولین معلم ہیں۔ اسی عطیہ علم کی بدولت انسان تمام مخلوقات سے افضل قرار پایا۔ اور نیابت الٰہی کا حقدار ٹھہرا۔

قرآن حکیم میں اسی حقیقت کو اس طرح سے بیان کیا گیا ہے:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمۡ عَلَى الۡمَلٰٓـئِكَةِ فَقَالَ اَنۡۢبِـُٔوۡنِىۡ بِاَسۡمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ۔ قَالُوۡا سُبۡحٰنَكَ لَا عِلۡمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَلِيۡمُ الۡحَكِيۡمُ۔

”اور اللہ نے آدم (علیہ السلام) کو تمام (اشیاء کے) نام سکھا دیے پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا، اور فرمایا: مجھے ان اشیاء کے نام بتا دو اگر تم (اپنے خیال میں) سچے ہو۔ فرشتوں نے عرض کیا: تیری ذات (ہر نقص سے) پاک ہے ہمیں کچھ علم نہیں مگر اسی قدر جو تو نے ہمیں سکھایا ہے، بے شک تو ہی (سب کچھ) جاننے والا حکمت والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو خود تعلیم دی اور اولین معلم کے درجے پر فائز فرمایا۔ علمی برتری کی وجہ سے حضرت آدمؑ کو فرشتوں پر برتری حاصل ہوئی۔ اللہ رب العزت زمین پر اپنے نائب انسان کو کتابِ حکمت کے ذریعے بار بار غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔ فطرت کے مطالعہ پر زور دیتا ہے جو خالق کی قدرت کی مظہر ہے۔ قرآن حکیم میں صراحت سے انسان کو تدبر اور غور و فکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

سورہ الجاثیہ میں ارشاد ربانی ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمۡ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا مِّنۡهُ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ۔ (الجاثیۃ، ۴۵: ۱۳)

”اور اُس نے تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، سب کو اپنی طرف سے (نظام کے تحت) مسخر کر دیا ہے، بے شک اس میں اُن لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔“

سورہ الزمر میں اہل علم اور علم نہ رکھنے والے کا موازنہ کیا گیا ہے:

قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِى الَّذِيۡنَ يَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ۔

(الزمر،۳۹:۹)

”فرما دیجیے: کیا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو لوگ علم نہیں رکھتے (سب) برابر ہو سکتے ہیں۔“

اسلام میں علم کی افادیت اور بنیادی حیثیت کا ادراک پہلی وحی کی درج ذیل آیات مبارکہ سے ہوتا ہے:

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِیۡ خَلَقَ۔ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ۔ اِقۡرَاۡ وَرَبُّكَ الۡاَكۡرَمُ۔ الَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ۔ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَالَمۡ يَعۡلَمۡ۔ (العلق،۹۶:۱تا۵)

”(اے حبیب!) اپنے رب کے نام سے (آغاز کرتے ہوئے) پڑھیے جس نے (ہر چیز کو) پیدا فرمایا۔ اس نے انسان کو (رحمِ مادر میں) جونک کی طرح معلق وجود سے پیدا کیا۔ پڑھیے اور آپ کا رب بڑا ہی کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے (لکھنے پڑھنے کا) علم سکھایا۔ جس نے انسان کو (اس کے علاوہ بھی) وہ (کچھ) سکھا دیا جو وہ نہیں جانتا تھا۔“

ان آیات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام جس طرح دین ہدایت ہے اسی طرح دینِ علم ہے اور دین تعلیم و تعلّم بھی ہے کہ دین کا آغاز ہی حکم ”اقراء“ یعنی ”پڑھ“ سے ہوتا ہے۔ جملہ انسانی علوم کے پھیلاؤ میں ”قلم“ کو جو اہمیت و عظمت حاصل ہے اس پر بھی مہر تصدیق ثبت کر دی گئی ہے۔

اسلام میں تحصیلِ علم اساسِ حیات ہے۔ اسلام علم کی جتنی توقیر اور تقدیس کرتا ہے دنیا کا کوئی دوسرا نظام فکر علم کو اس قدر اہمیت نہیں دیتا۔ چنانچہ منصبِ خلافت کی ذمہ داریوں سے عہدہ براہ ہونے کے لیے اسلام نے انسان کا تعلق تعلیم اور تعلم سے قائم کر دیا ہے۔ اسلامی افکار کی روشنی میں اسرار و رموزِ کائنات پر تدبر و تفکر کرنے اور اسلامی اقدار و اخلاق کی تعلیم و تربیت کے پیشِ نظر نبی آخر الزماں نے حصولِ علم ہر مسلمان مرد و عورت کا دینی فریضہ قرار دیا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”حصولِ علم ہر مسلمان پر فرض ہے۔“ (سنن ابن ماجہ)

نبی کریم ﷺ کی بہت سی احادیث علم کی فضیلت و اہمیت کا احاطہ کرتی ہیں۔ مثلاً

تم میں بہترین شخص وہ ہے جس نے قرآن سیکھا اور سکھایا۔

علم مسلمان کا دوست ہے عقل اس کی رہنما ہے اور عمل اس کی قیمت ہے۔ (بیہقی)

جو شخص علم کی جستجو میں کسی راہ کا مسافر ہو، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کی راہ آسان کر دیتے ہیں۔ (صحیح مسلم)

جو شخص تحصیل علم کی غرض سے گھر سے باہر نکل کھڑا ہوتا ہے وہ مجاہد فی سبیل اللہ کا ثواب حاصل کرتا رہتا ہے جب تک کہ وہ واپس اپنے گھر نہ لوٹ آئے۔ (جامع ترمذی)

فرشتے طالبِ علم کی راہ میں اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔ اس درجہ اس کی توقیر کرتے ہیں۔ (سنن ابی داؤد)

اس شخص کی مثال جو علم سیکھتا ہے پھر لوگوں کو نہیں سکھاتا اس شخص کی طرح ہے جو خزانہ جمع کرتا ہے پھر اس میں خرچ نہیں کرتا۔ (طبرانی)

اس علم سے اللہ کی پناہ مانگو جو نفع نہ دے۔ (سنن ابن ماجہ)

نبی کریم ﷺ کی ایک مقبول دعا ہے:

”اے اللہ میں تجھ سے علم نافع اور رزق طیب اور عمل مقبول کی استدعا کرتا ہوں۔“ (سنن ابن ماجہ)

فی الواقع دنیا میں تعلیم کی عظیم الشان تحریک کا آغاز کرتے ہوئے حضرت نبی کریم ﷺ نے اپنا تعارف معلم کی حیثیت سے کرایا اور فرمایا: انما بعثت معلما۔ ”مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔“

آپ ﷺ نے علما اور معلمین کو انبیا کا وارث قرار دیا۔ آپ کا فرمان ہے:

”علما نبیوں کے وارث ہیں۔ انبیا کا ورثہ درہم و دینار نہیں ہوتے۔ ان کا ورثہ علم ہے جس کا وارث انہوں نے علما کو بنایا ہے۔“(جامع ترمذی۔ سنن ابی داؤد)

گویا انبیا کے بعد اصلاح معاشرت اور استحکامِ دین کی ذمہ داری علما اور معلمین کے لیے مخصوص ہے۔ معلمِ اخلاق اور مربی انسانیت ہونے کے ناطے معلمین معاشرے کے بہترین افراد سمجھے جاتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے جابجا مسندِ علم و دانش سے وابستہ افراد کی عظمت کو بیان فرمایا ہے۔ فروغِ علم و اشاعتِ تعلیم میں کوشاں طالبِ علم و معلم دونوں کو اجر و ثواب کی نوید دی ہے۔ آپ کی حدیث مبارکہ ہے۔

تعلیم کے اجر و ثواب میں طالب علم اور استاد دونوں شریک ہیں۔(ابن ماجہ)

جہاد علم میں استاد کے بلند درجات کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا: بھلائی کے سکھانے والے استاد کے حق میں کائنات کی ہر شے دعا کرتی ہے۔(جامع ترمذی)

حضرت محمد ﷺ معلم انسانیت تھے۔ مکہ میں دار ارقم اسلام کا پہلا مدرسہ اور مدینہ منورہ میں مسجد نبوی ریاست مدینہ کی اہم ترین تعلیم گاہ تھی۔ جہاں ہر وقت ذکر و درس کا سلسلہ جاری رہتا۔ ایک مرتبہ آپ مسجد نبوی کے صحن میں تشریف لائے تو دیکھتے ہیں کہ ایک طرف حلقہ ذکر اور دوسری طرف حلقہ درس و تدریس اس میں شریک ہوں گے۔ اسی طرح آپؐ رات کے تھوڑے سے حصے میں تعلیم دینے کو شب زندہ دارانہ عبادت سے افضل قرار دیتے ہیں۔

آپ کی معلمانہ حکمت جائزہ لینے سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے معلمانہ کام کی روح محبت اور خیر خواہی سے عبارت تھی۔ آپ حکمت تعلیم کے پیش نظر شہری اور دیہاتی کی ذہنی استعداد کے مطابق تعلیم دیتے۔ آپ کا اصول تھا کہ مختصر تعلیمی خطاب فرماتے تا کہ لوگ اکتاہٹ کا شکار نہ ہوں۔ اصول تکرار سے آپ نے بارہا کام لیا۔ اہم بات کو ذہن نشین کرانے کے لیے تین بار دہراتے کبھی سوال سے گفتگو کا آغاز کرتے مثلاً خطبہ حجۃ الوداع کے آغاز میں مجمع سے دریافت کیا۔ یہ کون سا شہر ہے؟ یہ کون سا مہینہ ہے؟ یہ کون سا دن ہے؟

کبھی ایسے مناظر بیان کرتے جس میں حیرت کا عنصر ہو مثلاً جب آسمان پھٹ جائے گا۔ جب تارے جھڑ جائیں گے۔ دریا کناروں سے باہر نکل کر آپس میں مل جائیں گے۔ اسی طرح آپ تشبیہ اور استعارے سے بھی کام لیتے۔ مثلاً:

تم میں سے ہر ایک اپنے بھائی کا آئینہ ہے اگر تم اس میں کوئی کثافت دیکھو تو اسے صاف کر دو۔(جامع ترمذی)

حضور ﷺ نے کار تعلیم کے لیے مختلف دائرے مقرر فرما رکھے تھے۔ مثلاً:

ایک مجلسِ درس میں عمومی تعلیم دی جاتی۔

دوسری مجلس میں معیاری علما اور قائدین کو تیار کیا جاتا۔

تیسری مجلس میں خواتین کو تعلیم دی جاتی۔ اس کام کے لیے حضرت عائشہؓ کو بھی مامور فرمایا گیا گیا۔

چوتھی مجلس انفرادی توجہ سے تعلیم و تربیت کے لیے تھی۔

پانچویں مجلس وفود سے ملاقات اور تعلیم دینا مقصود تھا۔

آپ نے ہر قسم کے مفید علوم و فنون سیکھنے کی طرف توجہ دلائی مثلاً صحتِ زبان کا اہتمام، فن کتابت کی ہدایت، عبرانی زبان اور تورات کے علم پر متوجہ کرنا۔ عسکری اور دفاعی نظام کی مضبوطی کے لیے نئے تجربات کرنے اور طبی تعلیم کی طرف مومنین کو راغب کرنا۔

ہجرت مدینہ کے وقت پڑھے لکھے مسلمانوں کی تعداد کم تھی۔ چنانچہ غزوہ بدر میں قریش کے خواندہ قیدیوں سے یہ قرار داد طے کی گئی کہ اگر وہ دس دس مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں

تو ان کو رہائی مل جائے گی۔ تعلیم کے معاوضے میں قیدیوں کی رہائی تاریخِ عالم کا منفرد واقعہ ہے۔ اس سے اسلام کی نگاہ میں اشاعتِ علم کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔

حضرت محمد ﷺ نے بطور معلم جس طرح امت کی تعلیم و تربیت فرمائی اس کا اعجاز تھا کہ عرب کے صحرا نشین دنیا جہاں کے معلم اور ہادی بن گئے۔ ریگستانِ عرب میں علم و فضل، اخلاق و آداب، تہذیب و شائستگی اور تمدن و ثقافت کے نئے دور کا آغاز ہوا۔ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت کا فریضہ ٹھہرا، ہر مسجد مدرسہ بنی یا اس سے ایک مدرسہ منسلک کر دیا گیا۔ خود مسجد نبوی میں درسگاہ صفہ موجود تھی جو دارالاقامت کا کام بھی دیتی۔ یہاں قرآن و سنت کے ہمہ گیر نصاب کے علاوہ فقہ، تقسیم ترکہ کی ریاضی، طب، علم ہیت، علم انساب اور علم تجوید قرآن کی تعلیم دی جاتی تھی۔ یہاں کے تربیت یافتہ صحابی قبائلی وفود کے ساتھ بطور معلم روانہ کیے جاتے جس کے ذریعے پورے عرب میں علم نافع کو پھیلایا جانے لگا۔

ساتویں صدی عیسوی میں اسلام عرب سے نکل کر شام، ایران، مصر، افریقہ، ایشیائے کوچک، اسپین، ترکستان، چین اور ہندوستان کی سرحد تک پھیل گیا۔ عربوں نے اہل روم، اہل ایران اور اہل ہند سے جو جواہر علم حاصل کیے ان میں قابلِ قدر اضافے کیے اور دنیا میں علم کے امام بن گئے۔

مسلمانوں کے نظامِ تعلیم نے عظیم المرتبت مفکر، فلسفی، سائنس دان، ادیب اور شاعر پیدا کیے۔ علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ علوم عقلیہ میں الکندی، فارابی، ابن رشد، ابن سینا اور البیرونی جیسے مشاہیر اور معلمین نے فلسفہ و سائنس کی دنیا اور علمی حلقوں میں ایک بلند مقام حاصل کیا۔

تاریخ عالم پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ سیاسی اور اصلاحی تحریکیں اور انقلاباتِ زمانہ استاد ہی کی مرہون منت ہیں۔ یونانی تہذیب کا عروج ہو یا فرانس کا انقلاب، اصلاح کلیسا کی تحریک ہو یا اسلامی تہذیب و تمدن کا شاندار ماضی سب ہی میں استاد کا کردار نمایاں ہے۔ اسلام نے معلم کو روحانی باپ اور ملت کے معمار کا درجہ عطا کیا ہے۔

یقیناً استاد کو معمارِ ملت کا درجہ حاصل ہے۔ وطن عزیز کے بڑھتے ہوئے معاشی، معاشرتی، اخلاقی و سیاسی مسائل اور سوشل میڈیا کے بڑھتے ہوئے اثرات کے باعث نوجوانوں کی بے راہ روی اور گمراہی نے والدین کے بعد استاد کی ذمہ داریوں کو بہت بڑھا دیا ہے۔ والدین چاہتے ہیں کہ استاد نوجوانوں کی اخلاقی و روحانی تربیت کرے۔ انھیں جاہلیت کے اندھیروں سے نکال کر روشنی کی راہ دکھائے اور علوم و فنون سے آراستہ و پیراستہ کرکے ملک و قوم کی گرانبار ذمہ داریوں سے عہدہ براہ ہونے کے قابل بنائے۔ مگر یہ سب کچھ کرنے کے لیے استاد کو اپنے دائرہ کار میں بہت متحرک ہونے کی ضرورت ہے۔ وقت نے اس کے چیلنجز کو بہت بڑھا دیا ہے۔ اسے اپنی ذات میں وہ اعلیٰ اوصاف پیدا کرکے اس بلند مقام پر فائز کرنا ہے جہاں طلبہ اسے اپنا روحانی باپ تسلیم کرتے ہوئے اس کے دیئے ہوئے علم و ہنر کو حرزِ جاں بنائیں۔ ہر نوجوان کو زندگی میں رول ماڈل کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر استاد علمی قابلیت کے ساتھ ساتھ طلبہ کے لیے پدرانہ شفقت، محبت و خلوص کا پیکر بن جائے اور تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کی تربیت کا اہتمام بھی کرے تو وہ طلبہ کے لیے بہترین رول ماڈل بن سکتا ہے۔ طلبہ کی شخصیت سازی کو بطور مشن اپنا کر اُن کی زندگیوں کو صحیح ڈگر پر ڈال سکتا ہے۔ تعلیمی عمل کو بامقصد بناتے ہوئے نوجوانوں کے شعور کو بیدار، ادراک کو تیز کرکے انھیں خودشناسی کی دولت سے مالا مال کر سکتا ہے اور قوم کے مستقبل کو محفوظ بنا سکتا ہے۔ انہی پیشہ وارانہ صلاحیتوں کی بدولت اسلام معلم کو انبیا کا وارث قرار دیتا ہے اور قابلِ صد احترام مقام سے نوازتا ہے۔

دعوتی و تنظیمی زندگی میں خواتین کا کردار

قرآن و سنت کی تعلیمات اور امن کے فروغ کے لئے منہاج القرآن ویمن لیگ کی خواتین نے مثالی جدوجہد کی

تحریم رفعت

اسلام دین متین ہے جو انسانیت کی رشد و ہدایت کا ذریعہ اور مکمل نظام حیات ہے۔ اسلامی تعلیمات میں فلاحی و سماجی معاشرہ کی تشکیل میں مردوں کے ساتھ خواتین کو بھی شراکت دار بنایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (آل عمران: ۱۱۰)

”تم بہترین اُمّت ہو جو سب لوگوں (کی رہنمائی) کے لئے ظاہر کی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو،“

تحرک جمود کی ضد ہے چنانچہ تحریک اور ضد کا کسی بھی حوالے یا کسی بھی پہلو سے آپسی رشتہ نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت جس بہترین قوم یا افراد معاشرہ کو امر بالمعروف کا حکم دینے اور نہی عن المنکر سے باز رکھنے کی جدوجہد کا درس دیتا ہے اس میں مرد و خواتین کو بلاامتیاز شریک کرتا ہے۔ معاشرے پر طاری فکری و نظریاتی اور شعوری جمود کو توڑ کر تحرک دینا تحاریک کا نصب العین ہوتا ہے۔ اس فرض کی ادائیگی میں مرد و خواتین کا برابر کردار شامل ہوتا ہے۔ یہ کہنا بے جانہ ہو گا کہ ہر دور میں ہر تحریک اور جدوجہد میں نصب العین کے حصول کے لئے خواتین کا کردار ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔

اگر ہم فروغ اسلام کی تحریک میں خواتین کے کردار کی عملی جھلک دیکھنا چاہیں تو یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ریاست مدینہ کے قیام سے لے کر چہار دانگ عالم میں اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لئے چلائی جانے والی تحریک میں مسلم خواتین نے اپنی ہمت و جرأت کا لوہا منوایا۔ عرب معاشرے میں جہالت و گمراہی اور شرک و بت پرستی کے خلاف جدوجہد میں سب سے پہلے نبی مکرم ﷺ کی ڈھارس بندھانے سے لے کر اسلام کے ابتدائی دس سالوں تک اپنے مال و دولت اور تمام سرمایہ سے دکھی انسانیت کی خدمت کرنے والی خاتون ام المومینین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تھیں۔ اعلان نبوت کے ابتدائی تین سالوں میں کل 55 افراد نے اسلام قبول کیا جن میں 9 خواتین شامل تھیں۔ تقریبا آٹھ برس مکہ مکرمہ میں کفار و مشرکین کے ظلم و ستم کے خلاف سینہ سپر ہونے کے بعد جن 83 افراد نے نبی مکرم ﷺ کے حکم سے حبشہ کی طرف ہجرت کی ان میں 18 خواتین شامل تھیں۔ دین اسلام کے خدمات سرانجام دینے سے لے کر جان کا نذرانہ پیش کر کے جام شہادت نوش کرنے والے

خواتین کی تعداد بھی کثیر ہے۔ الغرض اسلامی تاریخ ایسے بے شمار واقعات سے مزین ہے۔

اجتماعی تحریکی و تنظیمی زندگی میں عورتوں کی شرکت کو اہمیت دینا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ ماں کی گود اولاد کی پہلی تربیت گاہ ہے۔ لہٰذا اولاد کی تربیت جس منہج پہ کی جائے گی مستقبل میں اسی کے ثمرات سمیٹے جائیں گے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے معاشرے میں اسلامی تعلیمات کے فروغ و احیاء، قیام امن، اصلاح معاشرہ، اور نئی نسل سمیت نوجوانات ملت اسلامیہ کا تعلق محبت و عشق رسول ﷺ سے جوڑنے کے لئے 05 جنوری 1988ء کو خواتین کی سرخیل تنظیم منہاج القرآن ویمن لیگ کی بنیاد رکھی۔ دورہ حاضر میں منہاج القرآن ویمن لیگ کردار سیدہ زہرہ سلام اللہ علیہا، جرآت سیدہ زینب اور حکمت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہن کی امین ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی عزت و ناموس کے تحفظ کیلئے امت کو منہاج القرآن ویمن لیگ کا پلیٹ فارم عطا کیا ہے اور انہیں حوصلہ اور عزم عطا کرکے ان میں انقلاب کا شعور بیدار کیا ہے۔ اس تنظیم کا مقصد خالصتاً اللہ رب العزت اور اس کے حبیب مکرم ﷺ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرتے ہوئے تعلق باللہ اور تعلق بالرسول میں پختگی، اسلامی معاشرے کے قیام کی جدوجہد، اصلاح احوال امت، خواتین کے حقوق کا تحفظ، انسانی حقوق کی ادائیگی کے شعور کی بیداری، خواتین کی عملی و عملی، فکری و نظریاتی، اخلاقی وروحانی اور انقلابی تربیت کا مؤثر اہتمام کرنا ہے۔

جدید و قدیم تعلیم و تربیت کے حسین امتزاج سے مزین منہاج القرآن ویمن لیگ کی خواتین مصطفوی انقلاب کا ہراول دستہ ہیں۔ منہاج القرآن ویمن لیگ نے اپنے شاندار تنظیمی اور تحریکی کردار کی بدولت گزشتہ تین دہائیوں کے دوران یہ ثابت کیا ہے کہ یہ اسلامی دنیا میں 30 سے زائد ممالک میں فلاحی و اصلاحی اعتبار سے اپنا باضابطہ نیٹ ورک قائم کرنے والی خواتین کی سب سے بڑی نمائندہ تحریک ہے۔ تعلق باللہ اور محبت رسول ﷺ کی پختگی کا فروغ ہو یا دینی و قومی فریضہ کی ادائیگی، سماجی و معاشرتی حقوق کے تحفظ کی جدوجہد ہو یا معاشرے میں سیاسی شعور اجاگر کرنے کا سفر، مجالس علم و فکر ہوں یا فنی و تکنیکی مہارتوں کی عملی مشق منہاج القرآن ویمن لیگ نے ہر میدان میں خود کو منوایا ہے۔ دنیا بھر میں قائم منہاج القرآن ویمن لیگ کی تنظیمات سے منسلک بے لوث اور جرأت مند خواتین کی تعمیر وفلاح انسانیت کی کاوشیں بلاشبہ قابل صد افتخار ہیں۔

تحریکی و تنظیمی ذمہ داریوں کو سمجھنے، عمل کرنے اور دوسروں تک پیغام پہنچانے کے حوالے سے منہاج القرآن ویمن لیگ کی صدر ڈاکٹر غزالہ حسن قادری نے اپنے تربیتی لیکچرز میں بارہا خواتین کو فکر ذات سے نکل کر فکر امت کا درس دیا ہے جو بلاشبہ نہایت فکر انگیز اور زندگی بدل دینے والا نقطہ نظر ہے۔ یہی وہ پیغام ہے جس کو سمجھنے کی ضرورت موجودہ مادیت پرست افراد معاشرہ کو ہے۔ تحریکی نظم خواتین میں صالحیت و پاکیزگی، ایثار و قربانی، ہمدردی و مہربانی اور خدمت خلق کے جذبے کی آبیاری کرتا ہے اور فکری و نظریاتی بالیدگی کا ذریعہ بنتے ہوئے سوچ و فکر اور زاویہ نگاہ کو نئی انقلابی راہوں سے متعارف کرواتا ہے۔

عصر حاضر میں منہاج القرآن ویمن لیگ کا پاکستان جیسے روایت پسند معاشرے میں احیائے دین کو نئے رنگ و اسلوب کے ساتھ جدید نسلوں تک پہنچانا نہایت احسن عمل ہے۔ توقیر و تکریم نسواں کے لئے عملی جدوجہد اور خواتین کی عظمت رفتہ کی بحالی منہاج القرآن ویمن لیگ کا نصب العین ہے۔ اس پلیٹ فارم نے خواتین کو پرامن عوامی جمہوری انقلاب سے آشنا کیا اور انہیں ایک منظم و مربوط فورم مہیا کیا نیز اس فورم کی بدولت خواتین کو درپیش قدیم و جدید مسائل اور چیلنجز سے نبرد آزما

ہونے سے بھی روشناس کروایا۔ خواتین کی ترقی اور سالمیت کی راہ میں حائل معاشرتی و سیاسی، سماجی و قانونی رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے ضروری ہے کہ خواتین اعلیٰ تعلیم حاصل کریں، قانون ساز اور پالیسی ساز اداروں میں شامل ہوں۔ تمام شعبہ ہائے زندگی میں اپنا مؤثر کردار ادا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مردوں کے شانہ بشانہ مواقع حاصل کریں اور عالمی سطح پر ملک و قوم کو درپیش مسائل اور بحران کے حل میں اپنا کلیدی کردار ادا کرنے کی بھرپور کوشش جاری رکھیں۔ اسی ضرورت کے پیش نظر منہاج القرآن ویمن لیگ نے اپنے ذیلی شعبہ جات کے تحت متعدد مفید پراجیکٹس معاشرے میں شروع کیے ہیں۔ خواتین میں شعوری و فکری اور عملی و روحانی انقلاب پیدا کرنے کے لئے شعبہ دعوت و تربیت، دختران اسلام، ایگرز، مصطفوی سٹوڈنٹس موومنٹ (سسٹرز) اور شعبہ امور اطفال قائم کیا ہے۔ خواتین اور بچوں کی اخلاقی و روحانی تربیت کے لئے الھدایہ کیمپس، فیملی حلقہ درود و فکر اور دیگر مذہبی سرگرمیوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

منہاج القرآن ویمن لیگ کے پلیٹ فارم سے وطن عزیز پاکستان سے فتنہ دہشت گردی کی بیخ کنی کے لئے ہزاروں خواتین نے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی دی گئی ہدایات کی روشنی میں قیام امن کے لئے علمی و عملی کاوشیں کیں۔ ان خواتین نے معاشرے میں خواتین کو سامراجی طاقتوں کی پھیلائی گئی بدگمانیوں، شکوک و شبہات اور غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے عملی میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ اس ضمن میں شیخ الاسلام کی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تالیف کردہ اسلامی امن نصاب نے مشعل راہ کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔ بالخصوص نوجوان نسل کو اسلام کا امن پسند چہرہ دکھانے اور اسلام دشمن عناصر کا چہرہ بے نقاب کرنے کے لئے متعدد امن کورسز، تعلیمی ورکشاپس اور سیمینارز منعقد کروائے گئے۔

عصر حاضر میں بھی خواتین کو وہی حقوق حاصل ہیں جو آج سے 1500 سال قبل حاصل تھے اور اسلام کے عطا کردہ یہ حقوق تاقیامت خواتین کو حاصل رہیں گے۔ اسلام خواتین کو چاردر اور چار دیواری میں قید رکھنے کی بجائے انہیں مردوں کے شانہ بشانہ فرائض کی انجام دہی کا حق دیتا ہے۔ معاشرتی ظلم و جبر کے خلاف آواز حق بلند کرنا، اور فرسودہ و ظالمانہ نظام کے خلاف اٹھ کھڑے ہونا خواتین پر بھی اسی قدر فرض ہے جس قدر مردوں پر فرض ہے۔ منہاج القرآن ویمن لیگ سے منسلک خواتین آج احکام شریعہ کی پابندی کے ساتھ معاشرے کا اہم ستون بن چکی ہیں۔ بلاشبہ خواتین معاشرتی فلاح و بہبود کے ساتھ تنظیمی و تحریکی زندگی میں نہایت اہم کردار ادا کرنے کی وجہ سے معاشرے کا نہایت اہم رکن ہیں اور کسی بھی تحریک و تنظیم میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہیں۔

بچوں کی تربیت میں ماں کا کردار

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اولاد کو عزت دو اور ان کی اچھی تربیت کرو

سعدیہ کریم

اولاد کی خواہش ایک فطری جذبہ ہے۔ کوئی گھر ایسا نہیں جہاں اولاد کی چاہت، خواہش، تمنا اور آرزو موجود نہ ہو۔ اولاد کے دم سے ہی گھر میں خیر و برکت اور رونق رہتی ہے۔ اگر اولاد نہ ہو تو گھر بے رونق اور سُونے رہتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ اولاد کی پرورش اور تربیت ایک نہایت ہی صبر آزما کام ہے۔ اس کے لیے بے پناہ صبر و تحمل، ایثار و قربانی، دل سوزی، نرمی، رحمت و محبت اور ہمہ وقت شفقت بھری نگرانی درکار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے والدین کے دل میں اولاد کی زبردست محبت پیدا فرماکر اور اس کی پرورش کا نہایت ہی زور دار داعیہ دے کر اس نہایت کٹھن اور مشکل فریضے کو انتہائی خوشگوار، آسان اور دل پسند مشغلہ بنادیا ہے۔ پرورش اور تربیت کے دوران طرح طرح کی مشکلیں برداشت کرتے ہوئے والدین اکتاتے نہیں بلکہ ان مشقتوں میں دل کی ٹھنڈک اور سکون محسوس کرتے ہیں۔ انھیں ایسا روحانی سرور و اطمینان حاصل ہوتا ہے کہ پرورش کی صعوبتوں کا احساس بھی باقی نہیں رہتا۔ جب اولاد کے چہرے پر نظر پڑتی ہے تو فخر و مسرت سے جھوم اٹھتے ہیں کیونکہ یہ اولاد ان کے اپنے ہی جسم اور جان کا ایک حصہ ہوتا ہے۔

مرکزی کردار:

بچے کی تربیت میں بنیادی اور مرکزی کردار والدین کا ہوتا ہے اس کی سیرت سازی کے سلسلے میں والدین کو جو بنیادی اور محوری اہمیت حاصل ہے وہ کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہوتی۔ بچہ جب دنیا میں آتا ہے تو وہ ایک سادہ کاغذ کی طرح ہوتا ہے۔ والدین جو چاہیں اس کاغذ پر نقش کرسکتے ہیں۔ اس حقیقت کی خبر خود اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

فِطْرَتَ اللهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا۔ (الروم، ۳۰:۳۰)

”اللہ کی (بنائی ہوئی) فطرت (اسلام) ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے (اسے اختیار کرلو)۔“

حدیث پاک کے مطابق نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اس کو یہودی، نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں۔“

ان احکامات سے معلوم ہوتا ہے کہ بچے کی تربیت و نشوونما میں والدین بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ وہ بہترین تربیت کرکے اس کو کامیاب و با اخلاق انسان بنادیتے ہیں یا غلط تربیت کرکے یا تربیت سے غفلت برت کر اس کی کج روی اور بداخلاقی کا سبب بنتے ہیں۔ امام غزالیؒ اس نکتے پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

”بچہ والدین کے پاس امانت ہے اس کا پاکیزہ دل ایک قیمتی جوہر ہے، اگر بچے کو بھلائی کا عادی بنایا جائے اور اچھی تعلیم دی جائے تو بچہ اسی نہج پر پروان چڑھتا ہے اور دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ اگر بچے کو بری باتوں کو عادی بنایا جائے یا اس کی

تربیت سے غفلت برتی جائے اور اسے جانوروں کی طرح آزاد چھوڑ دیا جائے تو بد بختی اور بربادی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔“

اگر بچے کو ماں باپ کی توجہ و نگہداشت، ان کی سرپرستی و راہنمائی حاصل نہ ہو تو کا بگڑ جانا یقینی بات ہے۔ اگر والدین خود بگڑے ہوئے ہوں تو ان کی گود میں پرورش پانے والا بچہ کیسے نیک اور با اخلاق ہو سکتا ہے۔

منہاج القرآن ویمن لیگ آج کے اس پر فتن دور میں بہترین مائیں تیار کرنے کی ہمہ جہت کوششوں میں مصروف عمل ہے۔ ویمن لیگ کے پلیٹ فارم سے خواتین کے لیے بہترین تربیتی پروگرامز کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ قرآن و حدیث کی تعلیمات کو گھر گھر پہنچانے کے لیے تحریکی بہنیں ہر وقت سرگرم عمل رہتی ہیں تاکہ معاشرے میں اچھی اور تربیت یافتہ خواتین کو تیار کیا جا سکے اور وہ اس نور سے اپنے بچوں کو بھی منور کریں اور معاشرے کے لیے بھی فائدہ مند ثابت ہوں۔

ماں باپ کی تربیتی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اپنی اولاد کو عزت دو اور ان کی اچھی تربیت کرو۔

حضرت علی المرتضیٰؓ کی روایت ہے کہ

اپنے بچوں اور گھر والوں کو بھلائی کی تعلیم دو اور ان کی تربیت کرو۔ ان احکامات سے پتہ چلتا ہے کہ والدین کہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کی ہمہ جہتی تربیت کے فرائض خلوص و لگن کے ساتھ انجام دیں ان کے اندر مختلف خوبیوں کو پروان چڑھائیں، ان کی خوابیدہ صلاحیتوں کو جلا بخشیں، ان میں کوئی کجی اور سطحیت پیدا نہ ہونے دیں ان کے اندر وسعت قلبی، صداقت و دیانت، صبر و استقامت، ایثار و قربانی ہمدردی و غمگساری، تواضع و انکساری، مہمان نوازی اور فیاضی کی صفات پیدا کریں۔ گالم گلوچ، لعن طعن، غیبت و چغل خوری، کذب و حیلہ سازی، مکر و فریب دہی، خوف و بزدلی، تکبر و تعلی، بخیلی و تنگ دلی، رزالت و کمینگی جیسے رزائل کی ہوا بھی نہ لگنے دیں۔ تاکہ وہ معاشرے کے ذمہ دار شہری اور اچھے انسان بنیں اس کوشش میں باپ سے زیادہ ماں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

شعوری نشوونما کا پہلا مرحلہ اور ماں کا کردار:

جب بچہ دنیا میں آتا ہے تو یہ دنیا اسے غیر مانوس اور عجیب محسوس ہوتی ہے کیونکہ یہاں آنے سے پہلے وہ جس دنیا میں تھا وہاں نہ روشنی تھی، نہ ہوا، نہ آوازیں تھیں نہ شور و غل اور ہنگامہ اور نہ ہی اس کے نرم و نازک جسم کو چھونے والا کوئی ہاتھ ہے لیکن جیسے ہی وہ اس دنیا میں آیا سب کچھ بدل گیا۔ بچے کے لیے اس اچانک اور غیر معمولی تبدیلی کا سامنا کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اسے ماں جیسی عظیم نعمت عطا کی ہے جس کی گود میں آکر بچہ تمام اندیشوں اور خطروں سے خود کو محفوظ تصور کرتا ہے۔ ماں کی گود کے حفاظتی حصار میں رہتے ہوئے وہ آہستہ آہستہ ارد گرد کی چیزوں سے مانوس ہو جاتا ہے۔ ماں مقررہ وقت پر اسے دودھ پلاتی ہے، اس کے کپڑے بدلتی ہے، اس کو نہلاتی اور صاف ستھرا رکھتی ہے اور گرمی و سردی کے اثرات سے بچانے کی کوشش میں لگی رہتی ہے۔ چنانچہ گھر کے افراد میں سب سے پہلے اور سب سے زیادہ بچہ جس ہستی سے مانوس ہوتا ہے وہ ماں ہوتی ہے۔ وہ ماں کی آغوش میں سکون پاتا ہے، ماں جب اسے گود میں لیتی ہے تو جلد سو جاتا ہے اور اگر گود سے الگ کرے تو دوبارہ گود میں آجاتا ہے کیونکہ وہ ماں کو اپنا محافظ سمجھتا ہے اور چاہتا ہے کہ یہ محفوظ پناہ گاہ اس سے کسی وقت بھی جدا نہ ہو۔

بچے کی شعوری نشوونما کا ثانوی مرحلہ اور ماں کا تربیتی کردار:

مشہور کہاوت ہے کہ ماں کی آغوش پہلا مدرسہ ہے۔ ماں کی گود میں بچے کے دل و دماغ پر جو نقوش ثبت ہوتے ہیں۔ وہ بہت گہرے اور دیر پا ہوتے ہیں۔ ماں اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش نہیں ہو جاتی جب بچہ دودھ پینا چھوڑ دے۔ اور اپنے ہاتھ سے کام کرنا شروع کر دے بلکہ اس موقع پر تو ماں کی ذمہ داریوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ بچے کی بننے یا بگڑنے کا آغاز عمر کے اسی حصے سے ہوتا ہے۔ ماں کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ ہر وقت بچے کی عادات واطوار پر نظر رکھے۔ جسمانی تربیت کے ساتھ ساتھ اس کی اخلاقی تربیت کا بھی بھرپور اہتمام کرے۔ ازدواجی تعلقات اور گھر کے ماحول کو نہایت خوشگوار اور پاکیزہ بنائے رکھے۔ جس طرح کم دھوپ سے پھول مرجھا جاتا ہے اور زیادہ دھوپ سے جھلس جاتا ہے اسی طرح بچے کو محبت کی کمی افسردہ دلی اور احساس کمتری میں مبتلا کر دیتی ہے اور بے جا لاڈ پیار اس کو بگاڑ کے راستے پر ڈال دیتا ہے۔ اس لیے ماں کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اس بات کا خیال رکھے کہ بچے کے ساتھ محبت اور پیار کا بھرپور معاملہ کرتے ہوئے بے جا لاڈ و پیار سے پرہیز بھی کرے تا کہ بچے کے کردار میں خرابیاں پیدا نہ ہوں۔

احساس ذمہ داری پیدا کرنا اور کردار سازی:

بچہ جب کچھ بڑا ہو جائے تو اسے ذمہ داری کا احساس دلایا جائے۔ اسے کام میں ہاتھ بٹانے کے مواقع مہیا کرنا، دلچسپ مشاغل اور اچھے ہم عمر ساتھی فراہم کرنا، خوشی و غمی کی تقریبات میں شریک کرنا ماں کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ جب بچہ تعلیمی ادارے میں جانا شروع کر دے تو اس کی تعلیمی مصروفیات پر نظر رکھنا، اس کی ہدایت و رہنمائی کرنا بھی ماں کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ بچے کے جسم کو توانا و تندرست اور دل و دماغ کو قوی و طاقتور بنانے کا نازک فرض بھی بڑی حد تک ماں پر عائد ہوتا ہے تا کہ وہ بڑا ہو کر عمل کی دنیا میں نہایت عزم و استقامت سے اپنے فرائض انجام دے سکے۔ جب بچہ آسان اور عام فہم نصیحت کو سمجھنے کے قابل ہو جائے تو ماں کو چاہیے کہ وہ حسب موقع دل نشیں انداز میں بچے کے کردار کو اچھی نصیحتوں کے ذریعے سنوارنے کی کوشش کرے۔ اس سلسلے میں دلچسپ کہانیوں اور تاریخی واقعات سے بھی مدد لی جا سکتی ہے۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بہت سی عظیم ہستیوں کو اعلیٰ مقام ماں کی بہترین تربیت کے نتیجے میں حاصل ہوا۔ اسی لیے نپولین نے کہا تھا کہ "تم مجھے اچھی مائیں دو میں تمھیں اچھی قوم دوں گا۔"

بچے کے جسم کو توانا و تندرست اور دل و دماغ کو قوی و طاقتور بنانے کا نازک فرض بھی بڑی حد تک ماں پر عائد ہوتا ہے تا کہ وہ بڑا ہو کر عمل کی دنیا میں نہایت عزم و استقامت سے اپنے فرائض انجام دے سکے۔ جب بچہ آسان اور عام فہم نصیحت کو سمجھنے کے قابل ہو جائے تو ماں کو چاہیے کہ وہ حسب موقع دل نشیں انداز میں بچے کے کردار کو اچھی نصیحتوں کے ذریعے سنوارنے کی کوشش کرے

منہاج القرآن ویمن لیگ آج کے اس پر فتن دور میں بہترین مائیں تیار کرنے کی ہمہ جہت کوششوں میں مصروف عمل ہے۔ ویمن لیگ کے پلیٹ فارم سے خواتین کے لیے بہترین تربیتی پروگرامز کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ قرآن و حدیث کی تعلیمات کو گھر گھر پہنچانے کے لیے تحریکی بہنیں ہر وقت سرگرم عمل رہتی ہیں تا کہ معاشرے میں اچھی اور تربیت یافتہ خواتین کو تیار کیا جا سکے اور وہ اس نور سے اپنے بچوں کو بھی منور کریں اور معاشرے کے لیے بھی فائدہ مند ثابت ہوں۔

عورت اور کسبِ معاش

عورت کی بنیادی ذمہ داری گھر کی دیکھ بھال ہے

دورِ نبوی ﷺ میں خواتین بھی تجارت کیا کرتی تھیں

سمیہ اسلام

خاندانی نظام کی بقا کے لیے اسلام نے مرد اور عورت دونوں کو ان کی ساخت اور بناوٹ کے اعتبار سے گھر اور باہر کی ذمے داریاں سونپی ہیں۔ عورت پر بچوں کی پیدائش و پرورش اور گھر کے کاموں کی ذمے داری والی اور مردوں کو ان کی حفاظت و نگرانی کرنے اور ان کی معاشی و دیگر ضروریات کی فراہمی کا ذمے دار بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے جس عظیم مقصد کی خاطر اس کائنات کو بنایا اور اس میں انسانوں کو پیدا کیا وہ ہے اللہ کے دین کی پیروی اور دنیا میں اللہ کے احکام و قوانین کا نفاذ یہ عظیم مقصد تب ہی پورا ہوگا جب مرد اور عورت دونوں اپنے اپنے دائرۂ کار میں رہتے ہوئے اپنی اپنی ذمے داریاں بحسن وخوبی انجام دیں۔ اس مقصد کو روبہ عمل لانے کے لیے یہ بھی ضروری تھا کہ خاندان کا کوئی سربراہ (قوّام) ہوتا۔ سو مرد کو قوّام بنایا گیا۔ اپنے گھر والوں کی نہ صرف حفاظت و نگرانی بلکہ ان کے لیے کسب معاش کی ذمے داری بھی اسے ہی سونپی گئی۔

یہ خداوند قدوس کی مہربانی ہے کہ اس نے عورت پر معاشی تگ ودو اور باہر کی سیاسی و سماجی ذمے داریاں نہیں ڈالی ہیں۔ قرآن و سنت کی تعلیمات میں کہیں ایسا اشارہ تک نہیں ملتا کہ عورت کو کسی کا کفیل بنایا گیا حتیٰ کہ خود اس کا اپنا بھی نہیں۔ بیوہ یا طلاق یافتہ ہونے کی صورت میں بھی نہیں۔ ایسی صورت میں عورت کے بیٹے یا باپ بھائی پر اس کی کفالت کی ذمے داری ڈالی گئی ہے اور اگر کسی عورت کے خاندان میں کوئی فرد بھی ایسا نہیں جو اس کی کفالت کر سکے تو حکومت پر اس کی ذمے داری عائد کر دی گئی کہ اس کی ضروریات کو پورا کرے۔ جس طرح حدیث میں مردوں کو حکم دیا گیا کہ جو تم کھاؤ اپنی بیویوں کو کھلاؤ جو تم پہنو اپنی بیویوں کو پہناؤ۔ ایسی کوئی ہدایت عورت کو نہیں دی گئی ۔ ہاں اسے نہ صرف معاشی تگ ودو سے مکمل طور سے سبکدوش رکھا گیا بلکہ سیاسی و عسکری خدمات سے بھی اسے مستثنیٰ قرار دیا گیا۔ تاہم اس کے حقوق و مقام میں کسی قسم کی کمی نہ کی گئی۔ ماں کی حیثیت سے اسے اعلیٰ مقام عطا کیا گیا۔ اولاد کو حکم دیا گیا کہ ماں کی خدمت بھی کرو اور اطاعت بھی تب ہی جنت کے مستحق قرار پاؤ گے۔ بیوی کے روپ میں۔ بہن اور بیٹی کے روپ میں کہیں بھی اس کے مقام کو گھٹایا نہ گیا۔ بیوی کے روپ میں بھی ایک اعلیٰ مقام اسے عطا کیا گیا۔ شوہر کے سکون کا موجب اسے بنایا گیا اور بیٹی و بہن کو باپ بھائی کی عزت قرار دیا۔ حتیٰ کہ عورت کی مالی حیثیت بھی مستحکم کی گئی۔ باپ ہو چاہے بھائی، شوہر ہو یا بیٹا ہر ایک کے ترکہ و وراثت میں اس کا حصہ مقرر کیا گیا۔ اسے اپنی ملکیت بنانے اور رکھنے کا پورا اختیار دیا گیا۔ کسی کو حتیٰ کہ شوہر کو بھی حق نہیں کہ اس کے مال کو اس کی

مرضی کے بغیر ہاتھ لگائے۔ ہاں اپنی رضامندی اور خوش دلی سے اگر وہ شوہر اور بچوں پر خرچ کرنا چاہے تو کرسکتی ہے ۔ اس صورت میں اس کے لیے دوہرے اجر کی خوشخبری دی گئی ہے۔ ایسی صورت میں جبکہ اس کا شوہر گھر کی کفالت نہ کرسکتا ہو اور صرف یہی نہیں کہ اسے معاشی تنگ ودو سے سبکدوش رکھا گیا بلکہ اگر وہ اپنی گھریلو ذمے داریوں کو کماحقہ انجام دے کر اپنے حدود یعنی حجاب میں رہتے ہوئے معاشی سرگرمیوں میں اگر حصہ لینا چاہے تو اسے اس کی اجازت بھی دی گئی۔ اگر عورت شریعت کے تمام حدود کی پابندی کرتے ہوئے اور اپنی گھریلو ذمے داریوں کو انجام دیتے ہوئے کسب معاش میں حصہ لے تو قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق نہ اس پر پابندی عائد کی گئی نہ ناپسندیدہ قرار دیا گیا۔ لیکن اس سلسلے میں شرعی امور جیسے پردہ وغیرہ کی پابندی اور غیر مردوں سے ربط ضبط میں احتیاط لازمی ہے۔

کتب سیر اور احادیث شریفہ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ بہت سی صحابیات اپنے شوہر، بچوں اور گھر کی ذمے داریوں کو نباہتے ہوئے اور حدود حجاب میں رہتے ہوئے کسب معاش کی سرگرمیوں میں حصہ لیتی تھیں اور حصول معاش کے ایسے طریقے اختیار کرتی تھیں جن سے حدود اللہ کی پابندیوں میں کوتاہی نہ ہو۔ جیسے وہ چرخہ کاتتی، سوت بناتی اور دیگر دستکاری کے گھریلو کام کرتی، کاروبار میں سرمایہ لگاتی تھیں۔ اُم المومنین حضرت خدیجہؓ تجارت کرتی تھیں اور اپنا مال تجارت کسی معتبر شخص کے ہمراہ دوسرے ملکوں میں بھیجتیں۔ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ شادی کے بعد بھی انھوں نے یہ سلسلہ جاری رکھا۔ آپ ﷺ نے ان کی تجارت کو چار چاند لگا دیے۔ یہاں تک کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنا سارا مال دین کی راہ میں خرچ کر دیا۔ سہل بن سعدؓ ایک اور خاتون کا ذکر کرتے ہیں جو چقندر کی کھیتی کیا کرتی تھیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں اسماء بنت عکرمہ کو ان کے بیٹے عبداللہ بن ابی ربیع یمن سے عطر روانہ کرتے تھے اور وہ اس کا کاروبار کرتی تھیں۔ دور نبویؐ میں خواتین تجارت کے مسائل کو بخوبی جانتی تھیں اور بعض مسائل معلوم کرنے کے لیے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی صنعت و حرفت سے واقف تھیں اور اس کے ذریعے اپنے اور اپنے شوہر اور بچوں کے اخراجات بھی پورے کرتیں۔ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس بابت پوچھا۔ آپؐ نے انہیں دوہرے اجر کی خوشخبری دی۔

سیرت صحابیات کے مطالعے سے یہی پتہ چلتا ہے کہ کچھ صحابیات نے معاشی سرگرمیوں میں حصہ ضرور لیا لیکن اسے ثانوی حیثیت دی اور اپنے فرائض میں ذرا بھی کوتاہی نہ ہونے دی۔ انھوں نے اپنا مال دنیوی عیش وآرام کے حصول اور فضول خرچیوں میں صرف نہیں کیا، بلکہ اس کے ذریعے غریبوں اور محتاجوں کی امداد کی۔ انفاق فی سبیل اللہ کا یہ مقصد انہیں اتنا عزیز تھا کہ بہت سی صحابیات صرف غریبوں، محتاجوں کی امداد کی خاطر ہی آمدنی کے حصول میں کوشاں و سرگرداں رہتی تھیں۔ وہ غریبوں، مسکینوں کی مدد اور دین کی راہ میں مال خرچ کرنے میں سکون اور مسرت محسوس کرتیں۔ اپنے دست بازو سے کمانے کے باوجود بالکل سادہ رہتیں، سادہ کھاتیں، سادہ پہنتیں۔ اکثر مواقع تو ایسے پیش آتے کہ کوئی سائل اگر آجاتا تو گھر میں جو موجود رہتا سب کا سب خیرات کر دیتیں اور خود بھوکی رہتیں۔ یہ ہیں صحابیات کی زندگیوں کی اور ان کے حصول معاش کی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے مقاصد کی چند مثالیں۔ وہ محل تعمیر کرنے، قیمتی گدے وغالیچے بنانے، اپنے معیارِ زندگی کو اونچا اٹھانے، نمود ونمائش کرنے، شادی بیاہ میں فضول خرچ کرنے یا اپنے اپنے گھر کو ڈیکوریٹ بنانے کے لیے کمائی نہیں کرتی تھیں۔

عورت کے حصول معاش کے سلسلے میں ایک بات یہ بھی ملحوظ رہے کہ بیوی کے لیے شوہر کی اطاعت وفرمانبرداری لازم

ہے۔ فرائض کے سوا نفلی عبادت تک میں شوہر کی اجازت ضروری قرار دی گئی ہے۔ اگر شوہر اجازت نہ دے تو بیوی نفل روزہ نہیں رکھ سکتی اور جس وقت شوہر منع کر دے اس وقت وہ نمازوں میں لمبی لمبی سورتیں نہیں پڑھ سکتی۔ یہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔ پھر ظاہر ہے کہ اگر شوہر بیوی کو حصول معاش کی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی اجازت نہ دے جبکہ خود اس کا شوہر اس کی بنیادی ضروریات کما حقہ پوری کر رہا ہو تو بیوی کے لیے جائز نہیں کہ شوہر کی مرضی کے خلاف کمانے کے لیے گھر سے باہر نکلے۔ اگر وہ شرعی حدود میں رہتے ہوئے ہی کمانا چاہتی ہے تب بھی نہیں۔

دوسری یہ بات ذہن میں رہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو فرائض عورت پر عائد کئے اور جس مقصد کی خاطر اس کو وجود میں لایا یعنی بچوں کی افزائش و پرورش، گھر کی ذمے داریاں اور شوہر کی خدمت۔ اگر اس مقصد کو خیر باد کر کے وہ حصول معاش کی دوڑ میں لگ جائے تو ظاہر ہے اس کی سعی وجہد اللہ تعالیٰ کی نظر میں ناپسندیدہ ہوگی۔ اگر اس کی بنیادی ضروریات پوری کرنے والا ہی کوئی نہ ہو تو اور بات ہے۔ ورنہ فرائض کو چھوڑ کر نوافل ادا کرنا پسندیدہ نہیں ہے۔ فرض کیجیے اگر کوئی شخص فرض نمازیں تو نہ پڑھے لیکن نوافل میں مصروف رہے تو فرض نمازیں چھوڑنے پر اس کی ضرور باز پرس ہوگی ایسی صورت میں اس کی نفل نمازوں کا اللہ تعالیٰ کے پاس کیا مقام ہوگا؟ آپ ہی بتائیں، کیا خداوند کریم اس کا یہ جواز قبول کرلیں گے کہ ہمیں نوافل کے اہتمام کے سبب فرض نمازوں کی ادائی کی مہلت ہی نہ مل سکی۔ یہ بات پھر اچھی طرح واضح ہو جائے کہ خداوند کریم نے عورت کو کسب معاش کی سرگرمیوں کی صرف اجازت دی ہے اس پر اس کی ذمے داری نہیں ڈالی ہے۔

یہ بات بھی کچھ محتاج بیان نہیں ہے کہ معاشرے کی اکائی گھر ہے۔ گھر کی ترقی گویا معاشرے کی ترقی ہے۔ اور معاشرے کی ترقی کے لیے ہی عورت کو اپنی گھریلو زندگی کے معاملات میں کلیدی کردار ادا کرنا ہوتا ہے۔ اس کی ایک نہایت ہی اہم ذمے داری یہ ہے کہ وہ بچوں کی پرورش و پرداخت کرے۔ ان کو صحیح تعلیم وتربیت دے اور اللہ تعالیٰ کے بہترین بندے اور بہترین انسان بنائے۔ کیونکہ آج کے بچے ہی کل کے معمار ہیں۔ اور بچوں کی صحیح پرورش وتربیت اسی وقت ممکن ہے کہ جب ماں انہیں اپنا سارا وقت دے۔ بچے کی صحیح نشوونما کے لیے صرف یہی ضروری نہیں کہ اسے مناسب غذا ملتی رہے اور اس کی صحت کی حفاظت وصفائی ستھرائی کا اہتمام ہوتا رہے، بلکہ ماں کی ممتا وہ بیش قیمت شئے ہے جو بچے کے بننے سنورنے میں اہم رول ادا کرتی ہے۔ اور وہ صرف ماں ہی دے سکتی ہے۔ ماں کا کوئی بدل نہیں۔ اگر بچوں کو ان جذبات سے محروم کر دیا جائے تو ان کی شخصیت پژمردہ ہو جائے گی۔ مایوسی و قنوطیت ان پر طاری رہے گی، کیونکہ ماں کی گود ہی بچے کا پہلا مدرسہ ہے جہاں سے بہترین انسان بن بن کر نکلتے ہیں۔

اگر عورت کسب معاش کی کوششوں میں سرگرم رہے تو بچوں کی اور گھر کی ذمے داریاں کون سنبھالے؟ وقت پر گھر کے ہر فرد کی صحت کے اعتبار سے مناسب غذا کون تیار کرے؟ شوہر بھی باہر کے جھمیلوں سے حیران و پریشان تھکا ہارا گھر پہنچتا ہے تو بیوی ہی کی ایک مسکراہٹ اس کی ساری تھکان و پریشانی دور کر دیتی ہے۔ دوسرے دن پھر نئے سرے سے وہ زندگی کی جدوجہد میں لگ جاتا ہے۔ آپسی پیار ومحبت بڑھانے کا یہ ایک بہترین آلہ ہے۔ لیکن اگر مسکراہٹ کے پھول بکھیرنے والی ہی گھر پر موجود نہ ہو۔ ذہنی سکون واطمینان وخوشی بخشنے کا ذریعہ ہی باہر ہو تو کون شوہر کو یہ ذہنی سکون عطا کرے گا؟ اور اگر شوہر کو یہ خوشی وسکون میسر نہ آئے تو اس کا جینا دوبھر ہو جائے گا اور کسی دوسری عورت سے وہ سکون حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس طرح آپس میں دوریاں بڑھنا شروع ہوں گی۔ آخر ایک جنت نشاں گھر جہنم کدہ بن جائے گا۔

ایک گھر ایک خاندان میں شوہر بیوی و رشتے داروں سے جو خوشی حاصل ہوتی ہے ان کے آپسی محبت و قربانیوں سے اور ایک دوسرے سے پر خلوص تعلقات سے جو سکون ملتا ہے۔ جو راحت ملتی ہے وہ بھی عورت کے باہر کی ذمے داریاں قبول کر لینے سے رخصت ہوئی۔ ساری رشتے داریاں ختم ہو گئیں۔ ہر ایک خود اپنی ذرائع آمدنی تلاش کرنے پر مجبور ہو گیا۔ شوہر اپنی بیوی کی، والدین اپنی اولاد کی کفالت و معاشی ذمے داریاں قبول کرنے کے لیے تیار نہیں رہے۔ بچے والدین کے پیار اور خاندان کے تحفظ سے محروم ہو گئے۔ بلکہ ماں باپ دونوں بھی اپنے آپ کو بچوں کی ذمے داریوں سے بری الذمہ سمجھنے لگے۔ باپ کا پیار اور ماں کی ممتا تک رخصت ہوئی۔ بچوں کی تربیت نہ ہونے اور انہیں پیار، محبت و خاندان تحفظ نہ ملنے کے سبب قتل ڈاکہ زنی جیسے جرائم کی شرحیں تشویشناک حد تک بڑھ گئیں۔ علاقوں کی شرح میں بھی خطرناک حد تک اضافہ ہوا۔ یوں شوہر اور بیویاں بدلنا بالکل معیوب نہ رہا۔ بچوں کا بچپن تک رخصت ہوا۔

عورت کے حصول معاش کے سلسلے میں کہیں یہ رونا رویا جاتا ہے کہ عورت کمائے نہیں تو کیا کرے، حالات ہی ایسے ہیں اور کہیں یہ کہ شوہر اپنی ذمے داریاں پوری نہیں کرتے تب تو عورت کے لیے حصول معاش کی سرگرمیوں میں حصہ لینا لازمی ہے۔ میں کہوں گی کہ جو مسائل دینی احکام سے غافل رہنے کے سبب پیش آرہے ہیں کیا ان کا واحد حل صرف یہی ہے کہ عورتوں کو کسب معاش کی سرگرمیوں میں سرگرداں کر دیا جائے ؟ کیا اس طرح سارے مسائل حل ہو جائیں گے ؟ کیا جو عورتیں کما رہی ہیں ان کے سارے مسائل حل ہو گئے ؟ یہ ٹھیک ہے جن عورتوں کو یہ مسائل درپیش ہیں وہ ان کے لیے اضطراری حالات ہیں۔ لیکن پورا معاشرہ دینی غفلت کے سبب جو معاشی و معاشرتی مسائل کے سمندر میں غرق ہوا جا رہا ہے کیا اس کے سلسلے میں ہماری یعنی ہر ایک کی ذمے داری یہ نہیں ہے کہ ان کے حل دین میں تلاش کریں۔ مرد اپنی ذمے داریاں پوری نہیں کر رہے ہیں۔ دین سے غفلت کے سبب، اولاد والدین کے ساتھ بدسلوکی کر رہی ہے۔ وہ بھی بے دینی کے سبب جہیز کے بڑھتے ہوئے مطالبے غریب لڑکیوں کی شادیوں کے لیے مسئلہ بنے ہوئے ہیں بے دینی کے سبب۔ غرض یہ کہ ہر مسئلے کا علاج دین کے احکام پر عمل ہے۔ ان کی تلقین کرتے رہو اور عمل کی ترغیب بھی۔ سارے مسائل آپ سے آپ حل ہونے لگیں گے۔

حصول معاش کی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی عورت کو صرف اجازت ہے۔ یہ اس کی ذمے داریوں میں شامل نہیں۔ کچھ بہنوں کے حالات تقاضا کرتے ہیں کہ وہ اپنی روٹی روزی آپ کمائیں۔ وہ اگر ان کی مجبوری ہے کہ کمائے بنا ان کے لیے کوئی چارۂ کار نہیں ہے تو ان کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ روزگار کے ایسے ذرائع تلاش کریں جن میں حدود اللہ پر قائم بھی رہا جائے اور حالات سے بھی نپٹا جائے۔ موجودہ دور میں ایسے ذرائع معاش حاصل کرنا کچھ زیادہ دشوار بھی نہیں ہے۔ اس سلسلے میں کئی طریقے اختیار کئے جاسکتے ہیں۔

اور جو خواتین حالات سے مجبور بھی نہیں ہیں وہ بھی اپنی گھریلو ذمے داریوں کو بحسن وخوبی نبھاتے ہوئے اور احکام حجاب کے حدودوں کا پوری طرح لحاظ کرتے ہوئے اگر حصول معاش کی سرگرمیوں میں حصہ لیں جبکہ صرف دنیا طلبی ہی ان کا مقصود نہ ہو تو اسلام کی نظر میں ہرگز ناپسندیدہ نہیں ہے۔ لیکن عام طور سے خواتین کو روزگار یا کاروبار میں مردوں کے مقابل لانا یا آزادیٔ نسواں و مساوات مرد وزن کے نعرے بلند کرکے عورتوں کو باہر گھسیٹ لانا عورت کا مقام اور اس کی نسوانیت کا استحصال ہے۔

یہاں یہ بات واضح رہے کہ اپنے سرپرست یعنی شادی سے پہلے والد اور شادی کے بعد شوہر کی اجازت سے اسلامی حدود و قیود کی پاسداری کے ساتھ خواتین کا کسب معاش کے لیے اپنے گھروں سے نکلنا، غیر اسلامی نہیں بلکہ اسلامی روایات کے مطابق ہے۔

طب میں خواتین کا تاریخی کردار

خواتین غزوات میں شریک ہوتیں اور زخمیوں کا علاج کرتی تھیں

ماری کیوری طبعیات میں نوبل انعام حاصل کرنے والی پہلی خاتون ہے

سعدیہ نورین

زمانہ قدیم ہی سے سائنس میں خواتین کا نمایاں کردار اور اس میدان میں ان کی نہایت وسیع خدمات رہی ہیں۔ چنانچہ صنف اور سائنس میں دلچسپی رکھنے والے مؤرخین نے خواتین کی ناقابل فراموش سائنسی کاوشوں اور کامیابیوں پر روشنی ڈالی ہے۔ گو کہ 18 ویں صدی میں عموماً شعبہ ہائے زندگی کے صنفی کردار متعیّن تھے، لیکن اس کے باوجود خواتین نے سائنس کے میدان میں بہت زیادہ پیش رفت کی۔ 19ویں صدی میں بھی خواتین رسمی سائنسی تعلیم سے دور تھیں، لیکن اس عرصے میں وہ تعلیم یافتہ سوسائیٹیوں کا حصہ بننے لگیں۔ 19ویں صدی کے اواخر میں خواتین کے کالج میں تعلیم حاصل کرنے کے رجحان میں اضافہ ہوا اور یوں خواتین سائنس دانوں کو ملازمتیں اور تدریس کے مواقع میسر آئے۔ طبیعیات میں نوبل انعام (1903ء) حاصل کرنے والی پہلی خاتون ماری کیوری نے دوسری مرتبہ تابکاری کے موضوع پر کیمیا میں نوبل انعام (1911ء) حاصل کیا۔ 1901ء سے 2010ء کے عرصہ میں چالیس خواتین کو نوبل انعام سے نوازا گیا جن میں سے 17 خواتین کو طبیعیات، کیمیا، فعلیات (فزیالوجی) اور طب کے شعبوں میں نوبل انعام ملا ہے۔

خواتین کی خدمات از روئے قرآنِ کریم:

خواتین نوع انسانی کا نصف حصہ ہیں وہ انسانی معاشرے کا ایک لازمی اور قابل احترام کردار ہیں۔ اسلام نے خواتین کے لیے اجر وثواب اور خدمات وطاعت کے وہ مواقع رکھے ہیں؛ جو مردوں کے لیے ہیں۔ قرآن کریم کا اعلان ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔

جو کوئی نیک عمل کرے (خواہ) مرد ہو یا عورت جبکہ وہ مومن ہو تو ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھیں گے، اور انہیں ضرور ان کا اجر (بھی) عطا فرمائیں گے ان اچھے اعمال کے عوض جو وہ انجام دیتے تھے۔

جس نے نیک کام کیے خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اس کو پاکیزہ زندگی کے ساتھ ضرور زندہ رکھیں گے، اور ہم ان کو ان کے نیک کاموں کی ضرور جزا دیں گے۔ اسی طرح خواتین کا دکھی انسانیت کی خدمت کرنا نیک کاموں میں سے ہے۔

دنیا کی پہلی طبیب عورت ہی ہے:

دنیا کی پہلی طبیب عورت ہی ہیں، حضرت آدمؑ اور حضرت اماں حواؑ کو جب اس دنیا میں بھیجا گیا تو انہیں بھی بیماری کی صورت میں علاج معالجے کی ضرورت ہوتی تھیں تو اس وقت حضرت اماں

ہوئے مختلف جڑی بوٹیوں کو استعمال میں لا کر علاج کو ممکن بنایا کرتی تھی۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو دنیا کی سب سے پہلے طبیب ایک عورت ہی تھی۔

خواتین بطور خدمت مجاہدین:

جہاد ایک اعلیٰ عبادت ہے۔ جو خاص حالات میں مردوں پر فرض ہے۔ صحابہ کرام مرد ہونے کی وجہ سے بنفس نفیس جہاد میں شریک ہوتے تھے۔ صحابیات عورت ہونے کی وجہ سے اگر چہ بنفس نفیس معرکہ کارزار میں شریک نہیں ہو سکتی تھی لیکن جہاں تک جذبہ جہاد کی بات ہے تو صحابیات بھی اس معاملہ میں مردوں سے پیچھے نہیں بلکہ ان کے شانہ بشانہ ہوتی تھیں۔ البتہ ان کے لیے سب سے موزوں کام زخمیوں کی مرہم پٹی اور مجاہدین کے آرام و آسائش کا سامان بہم پہنچانا تھا۔ اس حوالہ سے سیدہ ام عطیہؓ، سیدہ عائشہؓ، سیدہ ام سلیمؓ، سیدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہن کا نام نمایاں ہے۔

سیدہ ربیع بنت معوذؓ کہتی ہیں کہ ہم سب غزوات میں شریک ہوئے تھے۔ پانی پلاتے تھے مجاہدین کی خدمت کرتے تھے اور مدینہ تک زخمیوں اور لاشوں کو اٹھا کر لاتے تھے۔

سیدہ رفیدہؓ نے مسجد نبوی میں خیمہ کھڑا کر رکھا تھا، جو لوگ زخمی ہو کر آتے تھے وہ ان کا اسی خیمہ میں علاج کرتی تھیں ؛ چنانچہ سیدنا سعد بن معاذؓ غزوہ خندق میں زخمی ہوئے تو ان کا علاج اسی خیمہ میں کیا گیا۔

عہدِ رسالت ﷺ میں طبیب خواتین:

عہد رسالت میں طب نے سرزمین عرب میں فنّی صورت نہیں اختیار کی تھی۔ عربوں کا دیگر قوموں سے رابطہ کم سے کم تھا، اس لیے ان کے درمیان فروغ پانے والے علوم اور فنّی تجربات سے اہل عرب عموماً محروم تھے۔ اس عہد میں طب کے میدان میں دو مراکز کو کافی شہرت حاصل تھی۔ ایک ایران کے شہر جندی شاپور میں قائم تھا اور دوسرا مصر کے شہر اسکندریہ میں۔ دونوں مقامات پر قائم تعلیم گاہوں میں طب کی نظری اور عملی دونوں پہلوئوں سے باقاعدہ تعلیم دی جاتی تھی۔ فاضل اساتذہ کی ایک ٹیم تھی، جن سے بڑی تعداد میں طلبہ فیض اٹھاتے تھے اور ان کی رہ نمائی میں مریضوں کا علاج معالجہ اور نت نئے طبی تجربات بھی کرتے تھے۔ عہد نبوی میں حارث بن کلدہ نامی ایک طبیب کا تذکرہ ملتا ہے، جو جندی شاپور کے مدرسہ طبیہ کا فیض یافتہ تھا۔ وہ طائف میں رہتا تھا اور اس کا تعلق قبیلۂ ثقیف سے تھا۔ موجودہ دور کی اصطلاح میں وہ ایک 'سند یافتہ' طبیب تھا۔ اس بنا پر اس کی دور دور تک شہرت تھی۔

سنن ابی داؤد کی ایک روایت کے مطابق حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی ایک مرتبہ طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ اس موقع پر آپؐ نے فرمایا:

اِئتِ الحَارِثَ بِنِ کِلْدَۃَ اَخَاثَقِیْفِ فَاِنَّہٗ ' رَجُلٌ یَتَطَبَّبُ۔

"قبیلۂ ثقیف کے حارث بن کلدہ کے پاس جاؤ۔ وہ علاج معالجہ کرتا ہے۔"

علوم شرعیہ میں اشتغال کے ساتھ ساتھ دیگر علوم وفنون میں خواتین کا عہد نبوی میں خاصا حصہ ہے، چنانچہ فن طب وغیرہ میں متعدد خواتین کے نام ملتے ہیں، ایک صحابیہ حضرت رفیدہ اسلمیہ فن طب وجراحی میں ماہر تھیں، غزوات وغیرہ میں وہ زخمیوں کی مرہم پٹی کے لئے شریک ہوتی تھیں، انہوں نے متعدد خواتین کو یہ فن سکھایا تھا، ان کا دواخانہ مشہور تھا، جب حضرت سعد بن معاذؓ غزوۂ خندق میں زخمی ہوگئے تھے آپ ﷺ کے حکم سے وہ ان کا خصوصی طور پر علاج کرتی تھیں، اور ان کے لئے طبی سہولیات فراہم کرنے کی غرض سے حضرت رفیدہ اسلمیہ کا دواخانہ مسجد نبوی میں قائم کیا گیا تھا۔

عہد رسالت میں سرزمین عرب کی طب کو ہم قبائلی طب سے موسوم کر سکتے ہیں۔ پیہم تجربات اور دوسرے قبائل سے ربط باہمی کی بنا پر انھیں بعض امراض کے علاج معالجے کے طریقے اور کچھ ادویہ کے خواص معلوم ہوگئے تھے۔ بہ ہر حال اس عہد میں طب کی جو بھی شکل رہی ہو اور اس کی ہم جو بھی قدر و حیثیت

https://www.minhaj.info/di/

متعین کریں، اس میں خواتین کا قابل قدر حصہ نظر آتا ہے۔ بل کہ بعض پہلوؤں سے ان کا حصہ مردوں سے کچھ زیادہ دکھائی دیتا ہے۔

عہد رسالت میں خواتین کی طبّی خدمات کا جائزہ ہم تین پہلوؤں سے لے سکتے ہیں:

(1)میدانِ جنگ میں زخمیوں کے لیے فوری طبی امداد(First Aid):

عہدِ جاہلیت میں، جب جنگ عموماً تلواروں اور نیزوں کے ذریعے لڑی جاتی تھی۔ عورتوں کو دورانِ جنگ فوجیوں کو معرکہ آرائی اور شجاعت وجواں مردی کے جوہر دکھانے پر ابھارنے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ وہ گاتی بجاتی رزمیہ وعشقیہ اشعار پڑھتی ہوئی فوجیوں کے پیچھے پیچھے چلتی تھیں۔ مسلم فوج میں انھیں اس کام کے لیے تو نہیں استعمال کیا گیا۔ البتہ ان سے پیاسے فوجیوں کو پانی پلانے، زخمیوں کو اٹھا کر محفوظ مقامات پر لے جانے اور ان کی مرہم پٹی کرنے جیسے کام لیے گئے۔ کتب سیرت وتذکرہ میں ایسی متعدد خواتین کے نام محفوظ ہیں، جنھیں زخمیوں کی فوری طبّی امداد(First Aid) کے کام میں خصوصی مہارت حاصل تھی اور انھوں نے غزوات وسرایا میں اس خدمت کو بہ حسن وخوبی انجام دیا۔

حضرت رُبیع بنت مُعوذؓ فرماتی ہیں:

كُنّا نَغْزُومَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم نَسْقِي القَدْمَ وَنَخْدِمُهُمْ وَنَرُدُّ القَتْلٰى والجَرْحى اِلَى البَدِيْنَةِ۔

”ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں جاتے تھے، فوجیوں کو پانی پلاتے تھے، ان کی خدمت کرتے تھے اور مقتولین اور زخمیوں کو مدینہ واپس لاتے تھے“۔

دوسری روایتوں میں علاج معالجہ کی صراحت ملتی ہے:

كَانَتْ رَبُّمَا غَزَتْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَتُدَاوِي الجَرَاحٰى وَتَرُدُّ القَتْلٰى اِلَى المَدِيْنَةِ۔

بسا اوقات وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک ہوتی تھیں، زخمیوں کا علاج کرتی تھیں اور مقتولین کو واپس مدینہ لاتی تھیں“۔

حضرت ام عطیہ الانصاریۃ کے بارے میں مورخین نے لکھا ہے کہ ان کا شمار عہد جاہلیت اور عہد اسلامی دونوں عہدوں میں طب اور جراحت کے مشہور ماہرین میں ہوتا تھا۔

وہ خود فرماتی ہیں:

غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلى الله عليه وسلم سَبْعَ غَزَوَاتٍ فَكُنْتُ اَصْنَعُ لَهُمْ طَعَامَهُمْ وَاَخْلُفُهُمْ فِي رِحَالِهِمْ وَاُدَاوِي الجَرْحٰى وَاَقُوْمُ عَلَى المَرْضٰى۔

”میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوات میں شریک ہوئی ہوں۔ میں فوجیوں کے لیے کھانا پکاتی تھی۔ ان کی غیر موجودگی میں ان کے کیمپ کی حفاظت کرتی تھی، زخمیوں کا علاج کرتی تھی اور بیماروں کی تیمارداری کرتی تھی“۔

مختلف غزوات کے حوالے سے بھی بعض خواتین کے ناموں کی صراحت ملتی ہے کہ انھوں نے ان میں زخمیوں کی مرہم پٹی اور علاج کی خدمت انجام دی تھی۔

حضرت نسیبہ بنت کعب المازنیۃ جو اپنی کنیت ام عمارہ سے مشہور ہیں، نے غزوۂ بدر میں زخمی ہونے والے مسلمانوں کو طبی امداد بہم پہنچائی تھی۔

غزوۂ احد میں ان کے علاوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ حضرت ام ایمن اور حضرت انس بن مالکؓ کی والدہ حضرت ام سلیمؓ نے بھی شرکت کی تھی اور انھوں نے اس موقع پر بڑی تعداد میں زخمی ہونے والے مسلمانوں کو طبی میدان میں اپنی خصوصی مہارت سے فائدہ پہنچایا تھا۔ کتب حدیث میں اس غزوہ کے دوران حضرت ام عمارہؓ کی شجاعت اور جاں نثاری کا تذکرہ بڑے شان دار الفاظ میں ملتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں کے نرغے میں گھرا دیکھ کر وہ آپؐ کے لیے سپر

بن گئی تھیں۔ چنانچہ آپؐ نے انھیں ان الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا تھا:

مَاالْتَفَتُ یَوْمَ اُحُدٍ یَمِیْنًاوَّ لَاشِمَالًا اِلاَّ وَاَنَا اَرَاھَا تُقَاتِلُ دُوْنِی۔(37)

’’غزوہ احد کے موقع پر میں دائیں بائیں جدھر دیکھتا انھیں جنگ کرتے ہوئے پاتا۔ یہ کام وہ میری حفاظت کے لیے کررہی تھیں‘‘۔

غزوہ خیبر کے موقع پر کافی تعداد میں طبی امداد فراہم کرنے والی خواتین نے شرکت کی تھی۔ حضرت کعیبۃ بنت سعد الاسلمیۃ کی اس موقع پر غیر معمولی خدمات کو دیکھتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت میں ایک مرد کے برابر ان کا حصہ لگایا تھا۔(38)

غزوۂ خیبر میں شرکت کرنے اور اس میں فوجیوں کو طبی امداد پہنچانے کے لیے حضرت ام سنان لاسلمیہؓ نے خدمت نبوی میں حاضر ہوکر خواہش ظاہر کی تو آپؐ نے ان کی درخواست کو قبول کرتے ہوئے فرمایا:

’’تمہارے قبیلے کے کچھ اور عورتوں نے اس سلسلے میں مجھ سے گفتگو کی تھی۔ میں نے انھیں اجازت دے دی ہے۔ تم بھی چلو۔ چاہو تو ان کے ساتھ اور چاہو تو میری زوجہ ام سلمہؓ کے ساتھ رہو‘‘انھوں نے حضرت ام سلمہؓ کے ساتھ رہنے کی خواہش کی، چنانچہ وہ دورانِ غزوہ انھی کے ساتھ رہیں۔

حضرت اُمیمہ (بعض روایتوں کے مطابق اُمیّہ یا اَمینہ) بنت قیس الغفاریۃ جن کی عمر غزوۂ خیبر کے موقع پر بہت کم تھی (ابھی بالغ بھی نہیں ہوئی تھیں) اپنے قبیلے کی چند عورتوں کے ساتھ حاضر ہوئیں اور زخمیوں کے علاج معالجہ کی غرض سے اس غزوہ میں شرکت کی اجازت چاہی۔ آپ ﷺ نے انھیں اجازت مرحمت فرمائی۔

(2) پیشۂ طب:

بعض خواتین کے بارے میں صراحت ملتی ہے کہ غزوات کے علاوہ بھی وہ مریضوں کے علاج معالجہ کی خدمت انجام دیتی تھیں اور ان سے لوگ استفادہ کرتے تھے۔ اس سلسلے میں سب سے مشہور نام قبیلۂ اسلم کی خاتون حضرت رُیدہ کا آتا ہے۔ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ غزوۂ احزاب کے موقع پر حضرت سعد بن معاذؓ کے ہاتھ میں ایک تیر آلگا اور ان کی ’اکحل‘ نامی رگ زخمی ہوگئی، جس سے خون کسی طرح نہیں رک رہا تھا۔ آپؐ نے صحابہ سے فرمایا:

’’اِجْعَلُوْہُ فِی خِیْمَۃِ رُفَیْدَۃَ حَتّٰی اَعُوْدُہٗ مِنْ قَرِیْبٍ‘‘

’’انھیں رفیدہ کے خیمے میں کردو تاکہ میں قریب سے ان کی عیادت کرسکوں‘‘

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زخمیوں کے علاج معالجہ کے لیے مسجد نبوی میں باقاعدہ ایک خیمہ لگایا گیا تھا اور حضرت رفیدہ اسکا ذمہ دار بنایا گیا تھا۔ مذکورہ خاتون کے بارے میں اصحاب سیر نے صراحت کی ہے کہ انھیں زخمیوں کے علاج معالجہ میں مہارت تھی اور وہ یہ کام بغیر کسی اجرت کے انجام دیتی تھیں۔

كَانَتْ اِمْرَاَۃٌ تُدَاوِی الْجَرْحٰی وَتَحْتَسِبُ بِنَفْسِھَا عَلٰی خِدْمَۃِ مَنْ كَانَتْ بِہٖ ضَیْعَۃٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔

’’وہ ایسی خاتون تھیں جو زخمیوں کا علاج کرتی تھیں۔ مسلمانوں کی خدمت اور ان کی تکالیف کے ازالہ کا کام وہ بغیر کسی معاوضے کے محض اللہ سے اجر ملنے کی امید میں کرتی تھیں‘‘۔

دوسری خاتون حضرت کعیبہ بن سعد الاسلمیہؓ کے بارے میں بھی مورخین نے لکھا ہے کہ وہ غزوات کے موقع پر ہی نہیں، بل کہ عام حالات میں بھی علاج و معالجہ کی خدمت انجام دیتی تھیں۔

غزوہ احزاب کے بعد ان کے لیے بھی مسجد نبوی میں ایک خیمہ نصب کیا گیا تھا اور انھیں زخمیوں کے علاج کی ذمہ داری دی

https://www.minhaj.info/di/

گئی تھی۔ حضرت سعد بن معاذؓ کے علاج میں انھوں نے بھی حصہ لیا تھا۔

(3) طبی معلومات:

اُس دور میں خواتین کو بہت سی طبی معلومات حاصل تھیں اور ان کے ذریعے وہ چھوٹے موٹے امراض کا علاج کر لیا کرتی تھیں۔ اگرچہ یہ معلومات ایسی تھیں جیسی آج کل دیہاتوں، قصبوں اور شہروں میں بھی بڑی بوڑھی عورتوں کو حاصل ہوتی ہیں، لیکن اُس زمانے میں، جب کہ طب بہ حیثیت فن ابتدائی مرحلے میں تھی، اُن کی بہت اہمیت تھی۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ کو جن مختلف علوم و فنون میں دست گاہ حاصل تھی، ان میں علم طب بھی تھا۔ ان کے بھانجے عروہ فرماتے ہیں:

”میں نے قرآن، میراث حلال و حرام (فقہ) شاعری، تاریخ عرب، انساب اور طب میں حضرت عائشہؓ سے زیادہ واقف کار کسی کو نہیں پایا“۔

ایک مرتبہ انھوں نے ام المومنین سے عرض کیا: ”اماں جان! مجھے آپ کے ذکاوتِ فہم پر تعجب نہیں، میں سوچ لیتا ہوں کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ اور ابو بکرؓ کی صاحب زادی ہیں۔ مجھے آپ کی اشعار اور ایّام العرب سے واقفیت پر بھی تعجب نہیں۔ میں سوچ لیتا ہوں کہ آپ ابو بکرؓ کی بیٹی ہیں جنھیں ان چیزوں کا سب سے زیادہ علم تھا۔ لیکن مجھے طب سے آپ کی واقفیت پر ضرور تعجب ہے۔ آپ کو طب سے کیسے واقفیت حاصل ہوگئی؟ یہ علم آپ نے کہاں سے سیکھ لیا؟ ام المومنین نے ان کے کندھے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مختلف وفود آتے رہتے تھے۔ وہ جو کچھ علاج معالجہ سے متعلق باتیں بتاتے تھے انھیں میں یاد کر لیا کرتی تھی“۔

ہم سمجھتے ہیں کہ حضرت عائشہ کی طبی واقفیت ویسی ہو گی جیسے پہلے خاندان کی بڑی بوڑھیاں بچوں کا علاج کرتی تھی اور کچھ بیماریوں کے مجرب نسخے یاد رکھتی تھیں، مسلمان عورتیں عموماً لڑائیوں میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ جاتی تھیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔

خود حضرت عائشہ بھی جنگ احد میں مصروف خدمت تھیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد مبارک میں خاتونانِ اسلام کو حسب ضرورت فن سے واقفیت تھی۔

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ حبشہ ہجرت کرنے والوں میں شامل تھیں۔ وہاں انھیں بہت سی طبی معلومات حاصل ہو گئی تھیں، جن کا وہ استعمال کرتی تھیں اور مختلف امراض میں لوگوں کو ان کا علاج بتایا کرتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کے مرض وفات میں انھوں نے بعض دوائوں کے ذریعے آپؐ کا علاج کرنے کی کوشش کی تھی۔

حضرت شفاء بنت عبد اللہ بھی لوگوں کو مختلف علاجی تدابیر بتایا کرتی تھیں۔ وہ نملہ (ایک جلدی مرض) کا علاج جھاڑ پھونک سے کیا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ وہ ام المومنین حضرت حفصہؓ سے ملنے گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دیکھ لیا تو فرمایا:

اَلَا تُعَلِّمِيْنَ هٰذِهٖ رُقْيَةَ النَّمْلَةِ كَمَا عَلَّمْتِهَا الْكِتَابَةَ۔

عہد نبوی میں فن طب اور خواتین کی خدمات:

غزوہ خیبر کے موقع پر قبیلہ غفار کی خواتین حاضر خدمت ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہمیں بھی جنگ میں جانے کی اجازت مرحمت فرمادیں، تاکہ ہم مریضوں اور زخمیوں کا علاج کر سکیں، اور حتی المقدور خدمات انجام دے سکیں، آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمائی، ابن ماجہ میں یہ حدیث وارد ہوئی ہے:

عن آمنه بنت أبي الصلت الغفارية قالت أتيت النبي ﷺ في نسوة من بني غفار، فقلنا: يا رسول الله، قد أردنا أن نخرج معك الى وجهك هذا، وهو يسير الى خيبر،

فتداوی الجرحی، ونعین المسلمین ما استطعنا، فقال علی برکة الله، فخرجنا معه''

حضرت آمنہ بنت ابی صلت غفاریہ سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ میں بنی غفار کی کچھ خواتین کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اور ہم نے عرض کیا، کہ اے اللہ کے رسول! آپ کے ساتھ اس غزوہ میں شرکت کی ہم خواتین اجازت چاہتی ہیں، اور آپ ﷺ خیبر کی جانب روانہ ہو رہے تھے، تاکہ ہم زخمیوں اور بیماروں کا علاج کر سکیں، اور بقدر استطاعت مسلمانوں کی مدد کر سکیں، آپ ﷺ اجازت مرحمت فرمادی، اور ہم آپ ﷺ کے ساتھ اس سفر میں نکلے''

جہاد وغزوات میں خواتین پردہ وحجاب کے مکمل آداب ورعایت کے ساتھ شریک ہوتی تھیں، آزادانہ اختلاط کا تصور نہ تھا، چنانچہ خواتین علاج ومعالجہ اور میدان جنگ میں تعاون کے لئے باقاعدہ اہتمام سے شریک ہوتی تھیں، ابن سعد کی ایک روایت سے اس کا اندازہ ہوتا ہے۔

ابن سعدؒ نے طبقات میں ام سنان اسلمیہ کے واقعہ میں لکھا ہے، کہ انہوں نے حضور ﷺ سے خیبر کے موقع پر اجازت طلب کی، تو آپ ﷺ نے ان کو اجازت دیتے ہوئے فرمایا:

'' أخرجی علی برکة الله، فان لك صواحب قد کلمننی، وأذنت لهن من قومك، ومن غیرهم، فان شئت فمع قومك، ان شئت فمعنا، قلت معك، قال: فکونی مع أم سلمة زوجتی، قالت: فکنت معها''

اللہ کا نام لیکر چلو، تمہاری دیگر ساتھی تمہارے ہی قبیلہ کی خواتین بھی ہیں، انہوں نے بھی اجازت لی تھی، میں نے ان کو اجازت دی ہے، اگر چاہو تو اپنی قوم کی عورتوں کے ساتھ رہو، اور چاہو تو ہمارے ساتھ رہو، فرماتی ہیں: میں عرض کیا کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ رہیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا: تم میری اہلیہ ام المؤمنین ام سلمہ کے ساتھ رہو، پس میں سفر میں ان کے ہمراہ تھی۔

عہدِ نبوی میں طبی خدمات انجام دینے والی صحابیات:

عہد نبوی میں جو خواتین طبی خدمات انجام دیتی تھیں، ان میں لیلی غفاریہؓ، ام ایمنؓ، ام زیادہ اشجعیہؓ، ام سنان اسلمیہؓ، ام کبشہ قضاعیہؓ، ام ورقہ انصاریہؓ، وغیرہ مشہور ہیں، ظاہر ہے کہ ان خواتین نے یہ فن یقینا سیکھا ہوگا، اور اس کے سکھانے کا کوئی نظام ہوگا، کتانیؒ نے علامہ قرطبیؒ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے:

'' معناه أنهن یهیئن الأدویة للجراح، ویصلحنها، ولا یلمسن من الرجال ما لا یحل''

علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

'' اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ خواتین زخموں کے علاج وغیرہ کے لئے دواسازی کرتی تھیں، اور دوائیں تیار رکھتی تھیں، مردوں کا علاج کرنے میں شرعی حدود کا خیال رکھتی تھیں''

طبابت اور خواتین:

عہد رسالت میں بہت سی صحابیات طبابت کے پیشے سے بھی وابستہ تھیں۔ صحابیات جنگوں میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تشریف لیجاتیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کا فیضہ سر انجام دیا کرتی تھیں۔ ان میں سے ایک بنو اسلم کی حضرت رفیدہ انصاریہ تھیں۔ ابن اسحاق سے مروی ہے کہ:

وکان رسول الله ﷺ حین أصاب سعدا السهم بالخندق، قال لقومه: اجعلوه فی خیمة رفیدة حتی أعوده من قریب، وکان رسول الله ﷺ یمر به فیقول: کیف أمسیت وکیف أصبحت فیخبره

غزوہ خندق میں جب حضرت سعد تیر سے زخمی ہوگئے تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انہیں رفیدہؓ کے خیمے میں منتقل کردیا جائے تاکہ میں قریب سے ان کی عیادت کر سکوں۔۔۔ نبی کریم ﷺ ان کے خیمے کے پاس سے گزرتے تو سعد رضی اللہ عنہ کا حال دریافت فرماتے کہ صبح طبیعت کیسی تھی اور شام کیسی گزری تو سعد آپ ﷺ کو اپنا حال بتاتے۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ غزوات میں ام سلیم اور انصار کی عورتیں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ ہوتی تھیں جو جنگ کے دوران پانی بھر کر لاتیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں۔

ام عطیہ فرماتی ہیں کہ میں سات غزوات میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ رہی۔ میں مجاہدین کے لئے کھانا بناتی، زخموں کی مرہم پٹی کرتی اور بیماروں کی دوا کرتی تھی۔

خارجہ بن زید روایت کرتے ہیں کہ ام علاء نے انہیں بتایا کہ عثمان بن مظعون کو، ان رہائش گاہوں میں جو انصار نے مہاجرین کے لئے وقف کر دی تھیں، بخار ہوا اور وہ ہمارے ہاں مریض ٹھہرے یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی۔

حضرت انس سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انصار کی عوتوں کو بخار اور کانوں کے امراض کے علاج کی اجازت دی تھی۔

درج بالا واقعات یہ شہادت پیش کرتے ہیں نہ صرف یہ کہ عورت معالج بن سکتی ہے بلکہ وہ مردوں کا علاج بھی کر سکتی ہے بشرطیکہ فتنے کا خوف نہ ہو۔

مفتی امانت علی قاسمی "علم طب میں مسلمانوں کی خدمات" مقالہ میں لکھتے ہیں۔

"اسلام میں طب کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اسلامی نظام حکومت کے ابتدائی عہد میں، جب کہ اسلامی حکومت کا کوئی محکمہ اور دفتر نہیں تھا، مسجد نبوی کے صحن میں ایک شفاخانہ موجود تھا اور ایک انصاری خاتون حضرت رفیدہ اس شفاخانہ کی نگراں تھیں، جو بلا عوض خدمت کیا کرتی تھیں، غزوۂ خندق کے موقعہ پر حضرت سعد بن معاذؓ زخمی ہوئے تو آپ نے فرمایا، اس کو رفیدہ کے خیمہ میں پہنچا دو۔ حضرت رفیدہؓ کے تذکرہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ نبوی میں عورتیں بھی فن طب میں خاص مہارت رکھتی تھیں۔

تاریخ الاسلام للذھبی میں حضرت عروہ بن زبیرؓ کا قول ہے کہ "میں نے حضرت عائشہؓ سے بڑا طب میں کوئی عالم نہیں دیکھا"

مختلف کتب حدیث میں ہے کہ حضرات صحابیات جنگوں میں زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں۔

مولانا عبد السلام ندوی صاحب لکھتے ہیں کہ

"علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے سیر اعلام النبلاء میں ذکر کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا، اے ام المؤمنین قرآن کی تفسیر اور حلال و حرام کی تعلیم آپ نے نبی اکرم ﷺ سے حاصل کی اور شاعری، علم انساب اور سابقہ اقوام کے حالات آپ نے اپنے والد اور دیگر لوگوں سے جانا، لیکن فما بال الطب؟ آپ کو طب سے کیسے واقفیت ہوئی؟ ام المؤمنین نے فرمایا کہ: نبی ﷺ کے پاس جو وفود آیا کرتے تھے وہ اپنی بیماری کی شکایت آپ سے کرتے، آپ ﷺ جو بھی نسخہ بیان فرماتے، میں اس کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کرلیتی تھی۔ ایک دوسری روایت میں انہوں نے فرمایا کہ: آنحضرت ﷺ آخر عمر میں بیمار رہا کرتے تھے، اطباء عرب آیا کرتے تھے، جو وہ بتاتے تھے میں یاد کرلیتی تھی۔

شروع میں مسند احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی روایت نقل کی گئی ہے کہ: نبی اکرم ﷺ نے ایک صحابیہ حضرت شفاؓ بنت عبد اللہ عدویہ کو جو لکھنا پڑھنا جانتی تھیں، انہیں اس بات پر مامور فرمایا تھا کہ وہ حضرت حفصہؓ کو لکھنا پڑھنا سکھائیں اور زہریلے کیڑے مکوڑوں کے کاٹنے کا دم بھی بتائیں، چنانچہ حضرت حفصہؓ نے بہت جلد پڑھنے کے ساتھ لکھنا بھی سیکھ لیا۔"

خواتین اور سائنس:

اگر سائنس کی تاریخ کے دریچے کھولے جائیں تو ہمیں ایسی بے شمار مثالیں ملتی ہیں جو نامور مرد سائنسدانوں کی کامیاب داستانوں سے بھری پڑی ہیں۔ لیکن اِس کے متعلق جائزہ لیتے ہوئے صنفِ نازک کی شمولیت اور اُن کی کارکردگی کا ذکر نہ کرنا سراسر ناانصافی ہے۔ یوں تو اسلامی اعتبار سے عورت کو بلند درجات سے نوازا گیا ہے لیکن اِس کے ساتھ ہی اسلام اور قانون

کی رُو سے ہمارے سماج میں مرد کو عورت پر ہر معاملے میں برتری حاصل ہے ،اِس لیے ہر دور میں عورت کی پہچان کو دبایا گیا ہے۔ جس کے باعث سائنسی تاریخ کو بھی مرد سائنسدانوں کا دور سمجھا جاتا ہے، جب کہ تاریخ میں کامیاب سائنسدان خواتین کی بھی ایک لمبی فہرست ہے جو تعریف کے قابل ہے لیکن افسوس کہ ہمارے معاشرے میں مرد کی بالادستی کے باعث خواتین کو اُن کی قابلیت پر کبھی وہ پذیرائی حاصل نہیں ہوسکی جس کی وہ حقدار رہی ہیں۔

تاریخ کا مطالعہ کرنے کے بعد کچھ ایسی شخصیات کے بارے میں جاننے کا علم ہوا جو قابلِ ذکر ہیں۔

دنیا کی پہلی کیمیادان:

۳ ہزار سال قبل ((Tapputi Belatekalli دنیا کی سب سے پہلی کیمیادان تھی، جس نے عطر کے علاوہ ایسی کئی ایجادات کیں جو آج بھی دنیا میں زیر استعمال ہیں۔

قدیم مصر کی طبیبہ:

تاریخ میں طب کی پہلی ماہر بھی قدیم مصر کی ایک عورت تھی جو نہ صرف (۲۶۰۰ ۔ق۔م) میں خود طبیب بنی بلکہ اُس نے ۱۰۰ سے زائد ادویات بھی بنائیں۔

غرض یہ کہ سائنس کی تاریخ میں ایسی کئی مثالیں موجود ہیں جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ خواتین کی تمام صلاحیتوں اور قابلیت کو سراہنے کی محض عام سی کاوش کی گئی ہے جو گنتی کے کچھ کتابوں کی زینت بنی ہوئی ہے۔

سائنس کی تاریخ میں ایسی کئی خواتین کا تذکرہ موجود ہے جس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ سائنس کے ہر شعبے میں خواتین نے اپنا آپ منوایا ہے لیکن ہماری دنیا کے کچھ بے جا اُصول جن میں مرد کا برتر ہونا اور انتظامیہ کی مخصوص لوگوں کے لیے جانبداری کے باعث بے شمار خواتین اصل انعام کی حقدار ہونے کے باوجود اپنی محنت کا صلہ حاصل کرنے سے محروم رہی ہیں اور زمانہ ءقدیم سے لے کر آج تک یہ سلسلہ یونہی قائم ہے، خواہ وہ بین الاقوامی سطح پر ہو یا عام سطح پر، صورتِ حال مشترکہ ہے۔

خواتین کی طبی خدمات کی قدیم تاریخ:

طب کے شعبے سے خواتین کی وابستگی کا تذکرہ متعدد ابتدائی تہذیبوں میں ملتا ہے۔ ایک قدیم مصری، میرٹ پتاہ (2700 قبل مسیح) کو ایک تحریر میں "مرکزی معالج" کے طور پر بیان کیا گیا ہے، جو سائنس کی تاریخ میں اوّلین پہچانی جانے والی خاتون سائنس داں ہیں۔ ہومر نے جنگِ ٹروجن سے قبل (1194 تا 1184 قبل مسیح) اگامیڈے کو قدیم یونان میں ایک معالج کے طور پر بیان کیا گیا ہے ۔ ایگنو ڈائیکے پہلی خاتون معالج تھیں، جنہوں نے چوتھی صدی قبل مسیح میں ایتھنز میں قانونی طور پر طبّی خدمات فراہم کرنے کا آغاز کیا۔

1200 قبل مسیح کے آس پاس بابلی تہذیب کے دور کے دوران دو خواتین عطر ساز جن کے نام تپّوتی بیلاٹیکالم اور نینو (نام کا ابتدائی نصف کھو چکا ہے) ہیں، پودوں سے عرق نکالنے اور کشید کرنے کے عمل کے قابل تھیں۔ اگر ہمیں کیمیا یا کیمیائی آلات کے استعمال اور عمل کے حوالے سے دلیل دینی ہے، تو ہم ان دو خواتین کو پہلی دو کیمیادانوں کے طور پر شناخت کرسکتے ہیں۔ یہاں تک کہ مصری شاہی دور کے دوران، خواتین اطلاقی کیمیا سے وابستہ تھیں– جیسے بیئر سازی اور ادویاتی مرکبات کی تیاری۔

ایسی خواتین کی اچھی خاصی تعداد کا تذکرہ ہے، جنہوں نے کیمیا کے شعبے میں نمایاں شراکت کاری کی ہے۔ ان میں سے زیادہ تر اسکندریہ میں پہلی اور دوسری صدی سنہ مشترکہ کے دوران قیام پزیر تھیں، جہاں غناسطی روایت نے خواتین کی شراکت کاریوں کو اہمیت بخشی تھی۔ خواتین کیمیا دانوں میں سے زیادہ مشہور میری یہودن کے سر اس بات کا سہرا جاتا ہے کہ انہوں نے متعدد کیمیائی آلات ایجاد کیے، جن میں دہرا بوائلر (بین-ماری) شامل ہے؛ اس دور کے لحاظ سے عرق کشی کی تخلیق یا

بہتری ایسے عرق کشی کے آلات کو کیروٹاکیس (سادہ آلہ) اور ٹرائیبا ئیکوس (ایک پیچیدہ عرق کشی کا آلہ) کہا جاتا تھا۔

قرونِ وسطیٰ کا یورپ:

یورپی قرونِ وسطیٰ کے ابتدائی ادوار کو تاریک ادوار بھی کہا جاتا ہے، جن کے دوران روم کی سلطنت کا زوال ہوا۔ لاطینی مغرب شدید مشکلات سے دوچار تھا، اس صورتِ حال نے یورپ کی فکری نشو و نما کو ڈرامائی طور پر نقصان پہنچایا۔ گو کہ فطرت کو اس وقت بھی ایسے نظام کے طور پر دیکھا جاتا تھا، جس کو دلیل کی روشنی میں سمجھا جاسکتا ہے، لیکن تخلیقی اور ترقّی پسند سائنسی کھوج کا فقدان تھا۔ عرب دنیا کے سر اس بات کا سہرا جاتا ہے کہ انہوں نے سائنسی ترقّی کے سرمایوں کو محفوظ کیا۔ عرب علماء نے اصلی تحقیقی کام پیش کیا اور کلاسیکی ادوار کے قلمی نسخوں کی نقول شائع کیں۔ اس دوران مسیحیت دوبارہ احیاء کے دور سے گزر رہی تھی اور مغربی تہذیب کو اس کے نتیجے میں نئی زندگی ملی۔ کسی حد تک اس احیاء کی وجہ یہ تھی کہ مردوں اور خواتین کے لیے خانقاہوں نے پڑھنے اور لکھنے کی مہارتوں کی نشو و نما کی، اور راہبوں اور راہباؤں نے ماضی کے علما کی اہم تحریروں کو اکٹھا کیا اور انہیں نقل کیا۔

اٹلی میں طب کے شعبے میں خواتین کو تعلیم دینے کا رویّہ دیگر مقامات کے مقابلے میں زیادہ آزادانہ نظر آتا ہے۔ 11ویں صدی میں خاتون طبّی ماہرہ تروتولا ڈی روگیرؔو کے بارے میں قیاس کیا جاتا ہے کہ انہوں نے میڈیکل اسکول آف سالیرنو میں نشست (چیئر) سنبھالی تھی، جہاں انہوں نے اعلیٰ طبقے سے تعلّق رکھنے والی بہت ساری خواتین کو تعلیم دی، ان خواتین کے گروہ کو بعض اوقات "لیڈیز آف سالیرنو" بھی کہا جاتا ہے۔ خواتین سے متعلّق طب کے متعدّد شعبوں کی تحریروں، جیسے دایہ گیری اور امراض نسواں سے متعلق تحریروں کو اکثر و بیشتر تروتولا سے منسوب کیا جاتا ہے۔

ڈوروتیا بوچا ایک اور ممتاز اطالوی ماہرِ طب تھیں۔ انہوں نے 1390 سے چالیس سال تک یونیورسٹی آف بولوں گا کی "نشست برائے فلسفہ اور طب" سنبھالے رکھی۔ دیگر اطالوی خواتین جن کا طب کے شعبے میں شراکت کاریوں کے حوالے سے تذکرہ محفوظ ہے، ان میں ابیلا، جیکوبینا فیلیسی، الیساندرا گیلیانی، ریبیکا ڈی گوارنا، مارگاریٹا، مرکیوریاڈے (14ویں صدی)، کاسٹینس کیلنڈا، کلاریس ڈی دوری سیو (15ویں صدی)، کانستانزا، ماریا انکارناتا اور ٹامسیا ڈی میٹیئو شامل ہیں۔

بعض خواتین کی کامیابی کے باوجود، قرون وسطیٰ کے دور میں ثقافتی جانب داریوں نے خواتین کی تعلیم اور سائنس میں شراکت کاریوں کے اوپر سے منفی اثر ڈالا۔ مثال کے طور پر، خواتین کے حوالے سے مسیحی عالِم، سینٹ ٹامَس اکوائیناس تحریر کرتے ہیں۔

"عورت ذہنی طور پر اس قابل نہیں ہے کہ قیادت کا عہدہ سنبھال سکے"۔

مجموعی طور پر سائنسی انقلاب نے خواتین کے بارے میں لوگوں کے تصوّرات تبدیل کرنے کے حوالے سے نہایت ہی قلیل کردار ادا کیا زیادہ وضاحت ہو تو یہ کہا جائے کہ یہ تصوّر تبدیل کرنے کے حوالے سے قلیل کردار ادا کیا کہ خواتین کی سائنس کے لیے خدمات پیش کرنے کی صلاحیت مردوں کے مساوی ہے۔ جیکسن اسپیل وو جیل کے مطابق:

"مرد سائنس داں جدید سائنس کو یہ نظریہ پھیلانے کے لیے استعمال کرتے تھے کہ خواتین، مردوں سے کم تر اور ان کے زیرِ نگیں ہیں اور خواتین، بچّوں کی پرورش کرنے والی ماؤں کے گھریلو کردار میں زیادہ مناسب ہیں۔ کتابوں کے بڑے پیمانے پر پھیلاؤ میں ان خیالات کا تسلسل ملتا ہے"۔

18ویں صدی:

گو کہ خواتین نے 18ویں صدی کے دوران بہت سارے سائنسی شعبوں میں ترقّی کی، لیکن پودوں کی تولید کے عمل کے بارے میں سیکھنے کے حوالے سے ان کی حوصلہ شکنی کی گئی۔ کارل

لینایوس کی پودوں کی زمرہ بندی کا نظام جنسی خصوصیات پر مبنی تھا، جس سے لوگوں کی توجّہ پودوں کے غیر اخلاقی جنسی رجحان کی جانب مبذول ہوئی؛ اور لوگوں کو خوف لاحق ہوا کہ خواتین فطرت کی مثال سے غیر اخلاقی اسباق سیکھ لیں گی۔ خواتین کو اکثر وبیشتر انتہائی جذباتی اور دلیل کی صلاحیت سے عاری تصوّر کیا جاتا تھا یا فطری مائیں تصوّر کیا جاتا تھا جو فطری اور اخلاقی معاشرے کو تشکیل دیتی ہیں۔ 18ویں صدی میں خواتین کے بارے میں تین مختلف نظریات قائم تھے کہ:

- خواتین ذہنی اور سماجی طور پر مردوں سے کم تر ہیں ۔
- خواتین مردوں کے برابر ہیں، لیکن مختلف ہیں۔
- صلاحیتوں کے اعتبار سے خواتین، مردوں کے مساوی ہیں۔

ذہنی صلاحیتوں کے لحاظ سے بھی اور معاشرے میں شراکت کاری کے لحاظ سے بھی جبکہ شخصیات جیسے جین جیکس روسیو کا ماننا تھا کہ خواتین کے کردار ماں اور اپنے ازدواجی ساتھی کی خدمت تک محدود تھے، لیکن روشن خیالی کا بھی دور تھا جس کی وجہ سے سائنس میں خواتین کے کرداروں کو وسعت ملی۔ یورپ میں سیلون کی ثقافت کے عروج میں فلسفیانہ مذاکرے بے تکلّف مقامات تک پہنچ گئے، جہاں مرد اور خواتین ملاقات کے دوران جدید سیاسی، سماجی اور سائنسی موضوعات پر گفتگو کرتے۔ جین جیکس روسیو نے خواتین کے ایسے زیر تسلّط سیلون پر حملہ کیا کہ "جہاں نسوانی مزاج رکھنے والے مرد تیّار ہوتے"، جس کی وجہ سے مذاکرے میں سنجیدہ بحث متاثر ہوتی لیکن اس زمانے میں سیلون مخلوط الجنس مجلسوں پر مشتمل ہوتے۔

نظامِ معاشرت کی بہتری اور کامیابی و کامرانی اِس بات پر منحصر ہے کہ ہر شخص (مرد و زن) اِس شان سے اپنے فرائض ادا کرے کہ دوسرے کا حق خود بخود ادا ہو جائے۔ اسلام عورت کو معاشرے میں عضوِ معطل بنا کر ایک جگہ نہیں رکھ دینا چاہتا بلکہ عورت کو معاشرے کی تشکیل کی ذمہ داری سونپتا ہے۔ عورت اپنی ذات میں انجمن ہے۔ خواتین ہمارے معاشرے کا جزو لانیفک ہیں۔ عورت اپنی ذات میں سکول، مکتب و مدرسہ، کالج و یونیورسٹی ہے۔ کیونکہ انسان اِسی گود سے پل کر نکلتا ہے۔ سوسائٹی کا ہر فرد مرد ہو یا عورت، حاکم ہو یا محکوم اس نے عورت کی گود میں ہی پرورش پائی ہے۔ ایک صالح اور پاکیزہ معاشرے کی تشکیل میں خواتین کا کردار بنیادی حیثیت رکھتا ہے اسلام کی نظر میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر مرد و خواتین دونوں کا فریضہ ہے۔ ہر دور میں باطل طاغوت مسلسل فریب اور پروپیگنڈے کرتے رہتے ہیں اور خواتین کو عظیم روحانی، اخلاقی اور انقلابی اقدار سے دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ باطل طاقتیں حقوق نسواں اور جدت پسندی کے نام پر معاشرے کی تنزلی کا باعث بنتی رہی ہیں۔ ان پوشیدہ حملوں سے خواتینِ مسلم کو محفوظ رکھنا یقیناً امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے لہذا ہر دور میں درپیش چیلنجز کے پیش نظر خواتین کے کردار کی اہمیت اور انھیں ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلانے کے لئے مختلف خواتین کی تحریکوں اور تنظیموں نے جنم لیا جو خواتین میں شعور اجاگر کرنے، سماجی، سیاسی و نظریاتی مسائل اور ان کے مثبت حل کیلئے معاشرتی سطح پر مثبت کردار ادا کرتی رہی ہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں اور بعد از آزادی بھی مختلف خواتین کی مختلف تحریکوں نے جنم لیا اور معاشرے میں مثبت تبدیلی لانے میں ایک اہم کردار ادا کیا۔ جن میں سے چند معروف تحریکیں مندرج ذیل ہیں۔

تحریک اصلاح خواتین:

آزادی سے پہلے برصغیر کی پہلی ویمن موومنٹ جس میں مسلم خواتین نے شرکت کی وہ ”تحریک اصلاح خواتین“ تھی۔ خواتین نے اپنے آپ کو منظم کر لیا تاکہ وہ خواتین کے حقوق کیلئے حمایت حاصل کر سکیں۔ ساتھ ہی خواتین کو اس وقت کی سیاست میں بھی متحرک کر سکیں۔

انجمن خواتین اسلام:

1908ء میں لاہور میں ”انجمن خواتین اسلام“ بنائی گئی اس تنظیم کا بنیادی مقصد اسلام کے دائرہ کار کے اندر خواتین کے حقوق، سماجی ذریعہ اصلاحات اور تعلیم کی طرف توجہ مبذول کروانا تھا۔ اس تحریک کا نتیجہ یہ ہوا کہ 1918ء میں آل انڈیا مسلم لیگ اور انڈین نیشنل کانگرس نے خواتین کی حق رائے دہی کیلئے حمایت کی۔

حلقہ خواتین جماعت اسلامی:

جماعت اسلامی کے قیام اگست 1941ء کے ساتھ ہی مولانا مودودی نے خواتین میں دعوت و تنظیم کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ بیگم محمودہ مودودی، حمیدہ بیگم، ام زبیر اور نیر بانو وہ ابتدائی خواتین

تھیں، جنھوں نے شعوری طور پر دین کی دعوت دوسروں تک پہنچانے کے لیے ایک اجتماعیت کا حصہ بننے کا فیصلہ کیا۔ اس تنظیم کا مقصد دعوت دین کو معاشرے کی ہر سطح تک پہنچانا تھا۔

آل پاکستان ویمنز ایسوسی ایشن:

یہ تنظیم پاکستان کے پہلے وزیراعظم کی بیگم، بیگم رعنا لیاقت علی کی قیادت میں بنائی گئی۔ اس تنظیم کا ایک واضح مقصد خواتین کو سیاست سے الگ رکھتے ہوئے سرگرم عمل رکھنا اور کم آمدنی والی خواتین کی فلاح و بہبود کا کام کرنا تھا۔ 1949ء میں اس تنظیم کو ”آل پاکستان ویمنز ایسوسی ایشن“ کا نام دے کر خواتین کے تعلیمی، سماجی اور معاشی پروگرام ترتیب دیئے گئے۔ جو آج بھی ”اپوا“ کے نام سے بہت اچھا کام کر رہی ہے۔

بزنس اینڈ پروفیشنل ویمنز کلب:

1954ء میں ایک غیر سیاسی و غیر سرکاری تنظیم ”بزنس اینڈ پروفیشنل ویمنز کلب“ کا قیام عمل میں لایا گیا جس نے خواتین کیلئے آمدنی پیدا کرنے کے حوالے سے مسائل پر توجہ دی۔

ویمنز ونگ ٹریڈ یونین / یونائیٹڈ فرنٹ فار ویمنز رائٹس

1973ء سے لے کر 1981ء تک مختلف خواتین تنظیمیں قائم ہوئیں جن میں نیشنل سٹوڈنٹ آرگنائزیشن کا ویمنز ونگ ٹریڈ یونین، یونائیٹڈ فرنٹ فار ویمنز رائٹس جن کا بنیادی مقصد خواتین رائے دہندگان کی بنیاد پر خواتین کیلئے مخصوص نشستوں کو آئین میں شامل کروانا تھا۔

عورت فاؤنڈیشن:

عورت فاؤنڈیشن کا قیام 1986 میں عمل میں لایا گیا۔ اس کا مقصد معاشرے کے اہم طبقات، حکومتی اداروں اور عوامی نمائندوں کو عورتوں کے مسائل کے بارے میں معلومات فراہم کرتا ہے تاکہ عورتوں کے حق میں قوانین اور ترقیاتی منصوبوں پر عمل ہو سکے۔ ادارہ اپنے مقاصد کیلئے تین شعبوں میں سرگرمیاں انجام دیتا ہے۔ ان میں معلومات کی فراہمی، استعدادکاری اور پیروکاری شامل ہیں۔

شرکت گاہ:

شرکت گاہ 1975ء میں خواتین کے پہلے عالمی سال کے موقع پر وجود میں آیا۔ اس کا مقصد آگاہی بڑھانا اور ترقیاتی نقطہ نظر سے ایسے منصوبے بنانا ہے جو عوامی پیروی کے کام کو عملی شکل دے سکیں۔

روزن:

بچوں اور عورتوں پر تشدد کے خلاف اور ان کی ذہنی اور جذباتی صحت کے فروغ کیلئے کام کرتی ہے۔ روزن کی ٹیم میں شامل افراد مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے مقاصد میں متاثرین کی بحالی کیلئے نفسیاتی مشاورت، قانونی و طبی امداد تک رسائی، عوامی شعور کی بیداری کیلئے معلومات فراہم کرنا اور مختلف افراد اور اداروں کو تربیت فراہم کرنا شامل ہیں۔

اثر ریسورس سینٹر:

اثر ریسورس سینٹر 1983ء میں قائم کیا گیا تھا۔ جس کا بنیادی مقصد سماجی، سیاسی اور نظریاتی مسائل کے حوالے سے کام اور ان موضوعات پر مثبت انداز میں معاشرے میں تبدیلی لانا تھا۔

ماری اسٹوپس سوسائٹی:

یہ 1991ء سے پاکستان میں خاندانی منصوبہ بندی اور تولیدی صحت جیسے موضوعات پر کام کر رہی ہے۔ اس وقت پاکستان میں ادارے کے 37 پروجیکٹ اور نیٹ ورکس ہیں۔ ادارہ اپنے منصوبوں میں ”شمولیت اور صنف کی آگہی“ کی بنیاد پر کام کرتا ہے۔

انٹر ایجنسی جینڈر اینڈ ڈویلپمنٹ گروپ:

یہ 1985ء میں قائم ہوا۔ یہ گروپ پاکستان میں نہ صرف صنفی برابری کے لئے کام کر رہا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اقوام متحدہ، ڈونرز اور پاکستانی ترقیاتی بنکوں میں صنفی امور سے متعلق پالیسیوں اور پروگراموں کے فروغ کے لئے بھی کوشاں ہے جس میں 28 ادارے شامل ہیں۔

اسلام آباد ویمن ویلفیئر ایجنسی:

اسلام آباد ویمن ویلفیئر ایجنسی کا قیام 1991ء میں ہوا۔ ادارہ کا مقصد تشدد سے پاک معاشرہ کا قیام ہے۔ ادارہ عورتوں اور بچوں پر تشدد خصوصاً جنسی تشدد کے خلاف کام کرتا ہے۔ ادارہ نفسیاتی اور قانونی معاونت مفت کرتا ہے۔

بیداری:

بیداری رضاکاروں پر مشتمل غیر سرکاری تنظیم ہے جو خواتین کے مسائل پر کام کرتی ہے۔ خاص طور سے تشدد، زنا، جنسی زیادتی اور ہراساں کرنے کے مسائل پر اس کی توجہ زیادہ ہے۔

آشا:

جنسی ہراس اور تشدد کے موضوع پر اگرچہ کئی عوامی تنظیمیں انفرادی حیثیت میں کافی عرصہ سے کام کر رہی ہیں تاہم ان کا دائرہ کار کچھ وجوہات کی بنا پر محدود تھا۔ ان وجوہ کو سامنے رکھتے ہوئے پالیسی اور قانون کی سطح پر تبدیلی لانے کے عزم کے تحت یکساں خیالات کی حامل چند عوامی تنظیموں نے ایک نیٹ ورک تشکیل دیا جس کا نام "آشا" رکھا گیا ہے۔ اس نیٹ ورک میں ایکشن ایڈ، بیداری، اسلام ویمن ویلفیئر ایجنسی، ورکنگ ویمن ایسوسی ایشن، ورکنگ ویمن آرگنائزیشن، وکلاء برائے انسانی حقوق و قانونی امداد، پاکستان انسٹیٹیوٹ برائے لیبر، تعلیم اور ریسرچ اور Conscience Promoters شامل ہیں۔

وار:

وار ایک غیر سرکاری اور رضاکارانہ تنظیم ہے۔ جس کا بنیادی مقصد جنسی تشدد کے خلاف آواز اٹھانا اور ایک باعزت اور باشعور معاشرے کی تشکیل میں مدد دینا ہے۔ 1989ء میں کراچی میں اس کی بنیاد رکھی گئی۔

ورکنگ ویمن آرگنائزیشن:

ورکنگ ویمن آرگنائزیشن 1988ء میں لاہور میں قائم ہوئی۔ اس کا بنیادی مقصد ملازمت پیشہ خواتین کے کام کی شناخت پیدا کرنا، ان کے کام کی تشہیر کرنا اور اس کے علاوہ ان کے مشکل مسائل میں مدد کرنا شامل تھا۔

منہاج القرآن ویمن لیگ:

منہاج القرآن ویمن لیگ کا باقاعدہ قیام 5 جنوری 1988ء میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے زیر سرپرستی عمل میں لایا گیا۔ منہاج ویمن لیگ ہمہ جہت تنظیم کی حیثیت سے نمایاں مقام رکھتی ہے۔ جس کے مقاصد مندرجہ ذیل ہیں:

- خواتین کے اندر مصطفوی انقلاب کی ضرورت واہمیت کا شعور اجاگر کرنا۔
- تعلق باللہ اور تعلق بالرسالت میں پختگی۔
- مسلم خواتین کو ایک پلیٹ فارم پر منظم کرنا۔
- خواتین کے اندر حقوق کا تحفظ اور فرائض کا احساس پیدا کرنا۔
- خواتین کی عملی، فکری، روحانی، اخلاقی اور انقلابی تربیت
- خواتین میں قوم وملت کے مسائل اور تقاضوں کے حوالے سے احساس وشعور پیدا کرنا۔
- خواتین کو معاشی طور پر مضبوط و مستحکم کرنا

منہاج القرآن ویمن لیگ نہ صرف پاکستان کے کونے کونے بلکہ دنیا بھر میں مختلف جہات میں کام کر رہی ہے ان تمام جہات کو ڈیپارٹمنٹس کی صورت میں آرگنائز کیا گیا ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

نظامت دعوت:

نظامت دعوت کے تحت احیائے اسلام اور حقیقی اسلامی اقدار کے فروغ کے لئے مختلف سطحوں پر دعوت پہنچائی جاتی ہے۔ جس کے سلسلے میں حلقات دعوت، محافل اور کانفرنسز کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ ان میں میلاد النبی ﷺ کانفرنس، سیرت النبی ﷺ کانفرنس، سیرت سیدہ خدیجہ سلام اللہ علیھا کانفرنس، سیدہ کائنات سلام اللہ علیھا کانفرنس، امام حسین علیہ السلام کانفرنس، سیدہ زینب

سلام اللہ علیہا کانفرنس، خواتین کے عالمی دن اور تحریک آزادی سے متعلق کانفرنسز اور سیمینارز شامل ہیں۔

نظامت تربیت:

تربیت کا نظام کسی بھی تحریک میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ دعوت دین کی اس جدوجہد کو انقلابی بنیادوں پر استوار کرنے کے لئے منہاج ویمن ٹریننگ اکیڈمی کا قیام 1997ء میں عمل میں لایا گیا جس کے تحت خواتین وطالبات کے لئے مختلف تربیتی معمولات تربیتی کیمپس، ورکشاپس، سیمینارز، اور کورسز کا انتظام گذشتہ کئی سالوں سے کیا جارہا ہے۔ جس میں علمی، فکری روحانی و اخلاقی، انقلابی و تنظیمی تربیت دیکر مصطفوی مشن سے روشناس کروایا جاتا ہے ویمن لیگ دو سطحوں پر کیمپس کا اہتمام کرتی ہے۔ مرکزی سطح اور علاقائی / ضلعی / تحصیلی سطح۔ یہ تربیتی کیمپس فہم دین کورسز، نعت وخطاب کورسز، رجوع الی القرآن کورسز، دراسات القرآن والحدیث پر مشتمل ہوتے ہیں۔ پاکستان بھر میں چھوٹے بڑے کئی کیمپس منعقد کیے جا چکے ہیں۔

عرفان الہدایہ:

عرفان الہدایہ ڈیپارٹمنٹ, منہاج القرآن ویمن لیگ کا ایک ایسا ذیلی شعبہ ہے جو عصرِ حاضر میں امت مسلمہ میں رجوع الی القرآن کے لیے مصروف عمل ہے۔ اس کا بنیادی مقصد خواتین میں قرآن فہمی کے ساتھ ساتھ معاشرے میں قرآنی تعلیمات کو عملاً اپنی زندگیوں میں شامل کرنے کے لیے ذہن سازی کرنا ہے تاکہ معاشرے میں موجود ناامیدی، مایوسی کو قرآنک کلچر کے ذریعے ختم کیا جاسکے، اسی مقصد کے پیش نظر عرفان الہدایہ کے زیر اہتمام درج ذیل پراجیکٹس اور سرگرمیاں پاکستان اور دنیا بھر میں لانچ کیے جاچکے ہیں۔

1. قرانیات(The pearls of knowledge)
2۔ ترجمہ وتفسیر کورسز
3۔ منتخابات القرآن (حوامیم سیشن)
4۔ عرفان الحدیث کورس
5۔ عرفان الفقہ کورس
6۔ عرفان العقائد کورس
7۔ قرآن پاک کو آسان اور سہل انداز میں سمجھنے کے لیے عرفان القرآن کے لفظی و بامحاورہ ترجمہ (اردو و انگریزی) بمعہ عربی ترکیب پہ مشتمل فہم القرآن پراجیکٹ
8۔ ٹریننگ ورکشاپس برائے تنظیمی عہدیداران

علاوہ ازیں عرفان الہدایہ ڈپلومہ کورس دروس سیرہ اور ٹریننگ کیمپس شامل ہیں

دروس عرفان القرآن:

خواتین میں قرآن فہمی کا شعور پیدا کرنے اور دین کے مختلف پہلوؤں سے روشناس کروانے کے لئے حلقہ ہائے عرفان القرآن کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ جن کے مقاصد درج ذیل ہیں:

قرآن وسنت پر مبنی اسلامی افکار کا فروغ۔

قرآن کی تعلیمات کو عام فہم انداز میں خواتین تک پہنچانا۔

خواتین کو قرآن وسنت کی تعلیمات سے روشناس کروانا اور ان پر عمل پیرا ہونا۔

ماہنامہ دختران اسلام:

اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی یہ عالمی تحریک کسی بھی معاشرے میں عورتوں کے کردار سے غافل نہیں ہوسکتی۔ اس لئے تحریک منہاج القرآن نے اس امر کی ضرورت محسوس کی کہ مسلمان عورتوں کو اسلام کی روشن تاریخ کے ساتھ ساتھ درخشندہ تعلیمات سے بھی آگاہ کیا جائے اور عالمی سطح پر جاری اسلام کے خلاف پراپیگنڈہ کا مؤثر انسداد کیا جائے۔ چنانچہ اس مقصد کی تکمیل کے لئے ویمن لیگ کے پلیٹ فارم سے ”ماہنامہ دختران اسلام“ کا اجراء جنوری 1992ء میں کیا گیا۔ جس کی سرپرستی بیگم رفعت جبیں قادری صاحبہ کررہی ہیں۔ اس کا مقصد اول یہ ہے کہ خواتین کو اسلام کی صحیح تعلیمات اور عقائد سے بہرہ ور کیا جائے۔ لہذا اس شمارے کے جملہ مشمولات جن میں القرآن، الحدیث، الفقہ، تاریخ اسلام، اولیاء و صلحاء کے خصوصی ایام، دعوت فکر، عورت اور سماج، دعوت و تربیت، عقائد و اعمال، تعلیم و تدریس اور تربیت خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

مصطفوی موومنٹ سسٹرز:

مصطفوی سٹوڈنٹس موومنٹ سسٹرز (MSM) کی بنیاد 6 اکتوبر 1994 کو رکھی گئی۔ اس کے قیام کا مقصد نوجوان طالبات کے ذہنوں اور روحوں کو منور کرنا اور ان کی زندگیوں کو قرآن پاک اور سیرت نبوی سے حاصل کردہ رہنمائی کی روشنی میں ترتیب دینا۔ طالبات کو ان کی سماجی ذمہ داریوں کے لیے جوش اور جذبے کو ابھار کر ان کی صلاحیتوں اور صلاحیتوں کو چمکانا تھا۔ تاکہ وہ ملک کی ترقی کے لیے تعمیری کردار ادا کرسکیں۔ یہ تحریک ملک بھر کی یونیورسٹیوں، کالجوں، اسکولوں اور یہاں تک کہ مذہبی اداروں میں بھی سرگرم ہے۔

مصطفوی سٹوڈنٹس موومنٹ چار جہات پر کام کر رہی ہے:

1. ویلفیئر سوسائٹی
2. لٹریری سوسائٹی
3. ریسرچ سوسائٹی
4. الروحیہ سوسائٹی

نظامت امور اطفال Eagers:

بچے کسی بھی قوم کا مستقبل اور سرمایہ ہوتے ہیں۔ ان طفلان ملت کی تربیت کیلئے منہاج القرآن ویمن لیگ کا شعبہ eagers نہ صرف پاکستان کے کونے کونے تک بلکہ دنیا بھر میں بچوں کی دینی اور اخلاقی تربیت کے سرگرم عمل ہے۔ اس شعبہ کا مقصد بچوں کو سیرۃ الرسول ﷺ کا پیروکار بنانا، بچوں میں خود اعتمادی بحال کرنا اور اسلامی تعلیمات و اقدار سے روشناس کروانا شامل ہے۔ اس شعبہ کے پراجیکٹس میں مندرجہ ذیل ہیں:

- ایگرز کلب
- ایگرز سنڈے سکول
- ایگرز حلقات درود
- ایگرز اعتکاف
- ایگرز کیمپس

WOICE (Women Ownership Intellectual Collaboration & Empowerment)

خواتین انسانی معاشرے کی اہم ترین اور بنیادی اکائی ہیں۔ منہاج القرآن ویمن لیگ معاشرے میں خواتین کی خود مختار حیثیت اور باوقار مقام کی بحالی کے ساتھ ساتھ ان کے حقوق و فرائض کا شعور و ادراک دینے کیلئے WOICE کا قیام عمل میں لائی ہے۔ اس کے مقاصد مندرجہ ذیل ہیں:

- بامقصد، خود مختار اور ترقی یافتہ معاشرے کی تشکیل کیلئے ہنر مند اور پیشہ ورانہ صلاحیتوں کی حامل خواتین تیار کرنا اور معاشی استحکام میں خواتین کے کردار کو نمایاں کرنا۔
- خواتین کو درپیش، معاشی اور معاشرتی ناہمواریوں کے خاتمہ کی جدوجہد کرنا اور خواتین میں حقوق و فرائض کے شعور کو اجاگر کرنا۔
- خواتین کی بنیادی دینی، عصری، فنی اور تکنیکی تعلیم و تربیت کرنا تاکہ وہ معاشرے میں اپنا فعال کردار ادا کرسکیں۔

اس کے اہم منصوبہ جات مندرجہ ذیل ہیں:

1. ووائس ہنر گھر
2. ووائس ٹیک سوسائٹی
3. ووائس کیئر سوسائٹی

منہاجینز:

اس شعبہ کا مقصد پروفیشنل شعبہ جات سے منسلک منہاجینز کیلئے پروفیشنل ونگز کے نیٹ ورک کی فراہمی اور ہر شعبہ میں منہاجینز کی تربیت کے لیے ورکشاپ کا انعقاد کرنا اور منہاجینز کی خدمات کو یکجا کرکے ان کا بھرپور تعارف پیش کرنا ہے۔

سوشل میڈیا:

منہاج القرآن ویمن لیگ کے سوشل میڈیا ڈیپارٹمنٹ کے ذریعے مختلف سوشل میڈیا سائٹس کو استعمال کرتے ہوئے دنیا کے کونے کونے تک دین متین کا پیغام پہنچایا جا رہا ہے۔

Women in Politics: A Global and Islamic Perspective

Hadia Saqib Hashmi

Research Associate (International Center For Research in Islamic Economics)

Women involvement in politics at International Level

Balanced political participation and power-sharing between women and men in decision-making is the internationally agreed target set in the Beijing Declaration and Platform for Action. Most countries in the world have not achieved gender balance, and few have set or met ambitious targets for gender parity (50–50).

There is established and growing evidence that women's leadership in political decision-making processes improves them. For example, research on panchayats (local councils) in India discovered that the number of drinking water projects in areas with women-led councils was 62 per cent higher than in those with men-led councils. In Norway, a direct causal relationship between the presence of women in municipal councils and childcare coverage was found.

There is growing recognition of the untapped capacity and talents of women and women's leadership. Over the last two decades, the rate of women's representation in national parliaments globally has incrementally increased from 11.8 percent in 1998 to 17.8 percent in 2008 to 23.5 percent in 2018. Some regions have seen particularly dramatic increases, such as Sub-Saharan Africa, where in the last 20 years the number of women in parliaments has risen from 11 to 23.6 percent, and the Arab States region, which has seen an increase from 3.1 to 17.5 percent. Total global representation is still well

below the 30 percent benchmark often identified as the necessary level of representation to achieve a "critical mass" – a considerable minority of all legislators with significant impact, rather than a token few individuals – not to mention falling short of women's representation as half of the world's population.

Women demonstrate political leadership by working across party lines through parliamentary women's caucuses—even in the most politically combative environments—and by championing issues of gender equality, such as the elimination of gender-based violence, parental leave and childcare, pensions, gender-equality laws, and electoral reform.

As of 19 September 2022, there are 28 countries where 30 women serve as Heads of State and/or Government. At the current rate, gender equality in the highest positions of power will not be reached for another 130 years. Just 13 countries have a woman Head of State, and 15 countries have a woman Head of Government. Only 21 per cent of government ministers were women, with only 14 countries having achieved 50 per cent or more women in cabinets. With an annual increase of just 0.52 percentage points, gender parity in ministerial positions will not be achieved before 2077.

There is good news, of course. We have women of Muslim background becoming more visible in politics. We have the first female Muslim ministers in France, in the UK, in Sweden – the youngest-ever minister, who's 29, is from a Bosnian Muslim background. She became the deputy mayor of her city at 23, which puts all of us to shame, I think. In the UK, in the last elections, we had our first female Muslim MPs, three who were elected out of eight, so that's not a bad proportion. In fact, out of all the Muslim candidates, 24 per cent of them were women.

Women in Politics: An Islamic Perspective

There are a number of precedents in which women were consulted or their opinions prevailed. It is widely known that Prophet Muhammad (pbuh) consulted Hazrat Umme Salma (R) on the occasion of Treaty of Hudaibia and he followed her advice. Prophet

Muhammad also followed the advice of Khadija (R) at the very beginning of revelation when he was frustrated.

Following the Prophet Muhammad's death, Aisha's role became increasingly important. When the third Caliph Othman ibn Affan was assassinated, the Muslim community's underlying political system was jeopardized by internal division and conflict. Aisha raised a leading and quite public voice against Ali, the fourth Caliph, in 656 CE. She delivered a public address at a mosque located in Mecca where she swore to avenge the murdered Caliph's death.

In point of fact, Aisha's life represents a powerful model for Muslim women's excellence in scholarship, political engagement and even military leadership. She excelled in public speaking, commanded an army on the battlefield and instructed both men and women in Islamic jurisprudence.

Hazrat Aisha (R) corrected Hazrat Abu Huraira (R) in respect of traditions on the basis of their contradicting the Quran. A lady interrupted Hazrat Umar (R) successfully with regard to his proposal about fixing the dower (Mahr) at a low level. After the assassination of Hazrat Umar (R) the board appointed by him for selection of a Caliph consulted women too. In this view of the matter it can easily be said that if there had been a defect in their intelligence women would not have been consulted by the Prophet (pbuh) and his companions nor Imam Tabari (R) and Imam Abu Hanifa (R) would have given opinion in favour of their appointment as judges.

Muslim women started their political activities the moment they embraced Islam. They defended the new religion against fierce opposition from both their own families and society at large; they endured abuse and ill treatment and when pressure mounted against them they decided to leave home, seeking refuge with their fellow Muslims rather than abandon their belief and faith. All these actions are regarded as political activities in contemporary terms since they include a challenge to the old political system, a protest against unjustified abuse and torture, and a rejection of suppression and denial of freedom

https://www.minhaj.info/di/

of belief and expression. With establishment of Islamic state, the role of women in the political affairs of the society gained momentum. They became part of the nation and effective members of community, and fully involved in public affairs. For instance, right from the beginning, women, like men, gave support and allegiance to the political system which was set up under the leadership of Muhammad.

Women who stand out as rulers include Arwa al-Sulayhi, an eleventh century Yemeni who ruled for 71 years and was known as the Noble Lady; and Sultana Shajarat al-Durr, who took control of Egypt after the death of her husband in the thirteenth century. Dhayfa Khatun, the niece and daughter-in-law of Salah al-Din al-Ayyubi, after the death of her son, King Abdul Aziz, became the queen of Aleppo and ruled for six years.[4] During her reign, she faced threats from the Crusaders, Khuarzmein, Mongols and Seljuks. In addition to her political and social role, she even sponsored education in Aleppo where she founded two schools.

Sitt al-Mulk was a Fatimid princess from Egypt, whose expert administration was in accord with Islamic laws.

Queen Zubayda, wife of the ninth century Caliph, Harun Ar-Rasheed, is famous for her contributions building water resources and guest houses for pilgrims along major routes leading to Makkah. She was an intellectual who expressed her political views in public and even supported poets and writers regardless of their religion, religious scholars and the needy. The famous Zubayda spring in the outskirts of Makkah still carries her name.

Closer home in India we had Razia Sultana, the only female to sit on India's throne in Delhi for four years in the thirteenth century. Firishta, an eighteenth century historian, writes: "Razia, though a woman, had a man's head and heart and was better than 20 such sons."

Hurrem Sultan (1500CE), also called Roxelana, was enslaved in the Crimean Turks raids on Ukraine, during the reign of Yazuz Sultan Salim and was presented at the Ottoman

palace to King Suleyman, who later married her. She is the founder of a number of institutions which include a mosque complex in Istanbul which is home to a Madrasa and a public kitchen;cifte hamam (double bathhouse for both men and women), two schools and a women's hospital. She also built four schools in Makkah and a mosque in Jerusalem.

Women of Al-Andalus

Labana of Cordoba (tenth century, Spain) was well-versed in the exact sciences of mathematics and could solve the most complex geometrical and algebraic problems known at that time. She was employed as the private secretary to the Umayyad Caliph of Islamic Spain, Al Hakam the Second.

According to the authentic Islamic tenet, women, like the counterpart - the man- allowed to participate and to play in public life, whereas in political sphere. The reason why it is important to include women in politics is not only because Islam dictates it, but because it brings a woman's touch into political decision-making. It is argued that women have a different perspective to men in the political debates and that women bring on board their experiences in the role as a caretaker for children and family into politics. There is an emphasis on the complementarity of roles between men and women. The underlying reasoning behind women's inclusion into public sphere and particularly decision-making, is that they because of their biological make-up represent different values and interests to men.

References

Rizzo, H., Meyer, K., & Ali, Y. (2002). Women's political rights: Islam, status and networks in Kuwait. Sociology, 36(3), 639-662.

Kazemi, F. (2000). Gender, Islam, and politics. Social research, 453-474.

Joseph, S., & Nağmābādī, A. (Eds.). (2003). Encyclopedia of women and Islamic cultures: Family, law and politics (Vol. 2). Brill.

Inter-Parliamentary Union and UN Women (2021). Women in politics: 2021.

United Nations: Retrieved from https://www.unwomen.org

محترمہ ڈاکٹر غزالہ حسن قادری (صدر منہاج القرآن ویمن لیگ انٹرنیشنل)
کا منہاج القرآن ویمن لیگ کے 35 ویں یوم تاسیس پر مبارکبادی پیغام

اللہ رب العزت کی توفیق، حضور نبی اکرم ﷺ کے نعلین پاک کے تصدق اور سیدی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری دامت برکاتہم العالیہ کی زیرِ سرپرستی منہاج القرآن ویمن لیگ تمام شعبہ ہائے زندگی میں خدمت دین اور ویمن ایمپاورمنٹ کے لیے مثالی جدوجہد کر رہی ہے یہی وجہ ہے کہ اس 35 سالہ سفر میں ویمن لیگ کی تنظیمات برصغیر پاک و ہند، مشرق وسطیٰ، یورپ، برطانیہ سے لے کر، شمالی امریکہ، جنوب مشرقی ایشیا اور آسٹریلیا تک قائم ہو چکی ہیں۔

میں یوم تاسیس کے اس تاریخی موقع پر ان تمام بہنوں کو مبارک باد دینا چاہوں گی جو عائلی و خانگی ذمہ داریوں کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ مصطفوی مشن اور اسلام کے پیغامِ امن کو قریہ قریہ پھیلا رہی ہیں. میں ان عظیم اور پُرعظم حوصلہ مند خواتین کو بار دگر مبارکباد پیش کرتی ہوں اور ان کے جذبے کو سراہتی ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ آپ پر اور آپ کے خاندان پر اپنی بیشمار رحمتیں نازل فرمائے۔ آپ کے ایمان کی حفاظت فرمائے اور آپ کو اس کام میں استقامت عطا فرمائے۔ آمین

محترمہ فضہ حسین قادری
کا منہاج القرآن ویمن لیگ کے 35 ویں یوم تاسیس پر مبارکبادی پیغام

میں منہاج القرآن ویمن لیگ کی جملہ قیادت، پاکستان و بیرونی ممالک کی عہدیداران، ذمہ داران و کارکنان اور وابستگان کو انتہائی مسرت و انبساط بھرے جذبات کے ساتھ 35 ویں یوم تاسیس پر مبارکباد دیتی ہوں۔

میں اس تاریخی موقع پر مشن کی عظیم بہنوں تنزیلہ امجد شہید اور شازیہ مرتضیٰ شہید کی عظیم قربانی پر انھیں خراج تحسین پیش کرتی ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت ہماری ان شہید بہنوں کے درجات بلند فرمائے اور ان کی قبور کو جنت کے باغات میں سے ایک باغ بنائے، بلاشبہ یہ مصطفوی مشن انھیں بہنوں اور بیٹیوں کی قربانیوں کی وجہ سے ہی اس پُرفتن دور میں بھی سرخرو اور سربلند ہے۔

اللہ رب العزت منہاج القرآن ویمن لیگ کی جملہ تنظیمات کو شیخ الاسلام کی سرپرستی میں اس مصطفوی مشن کے ساتھ وابستگی میں مزید استقامت عطا فرمائے۔

M o n t h l y
DUKHTARAN-E-ISLAM
JAN-2023
L A H O R E
Regd CPL No.45

علمی وعملی، اخلاقی وروحانی، تعلیمی وسائنسی، فقہی وقانونی، انقلابی اورفکری وعصری
موضوعات پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی 615 سے زائد کتب دستیاب ہیں